رِضوانٌ مِن اللہ اکبر

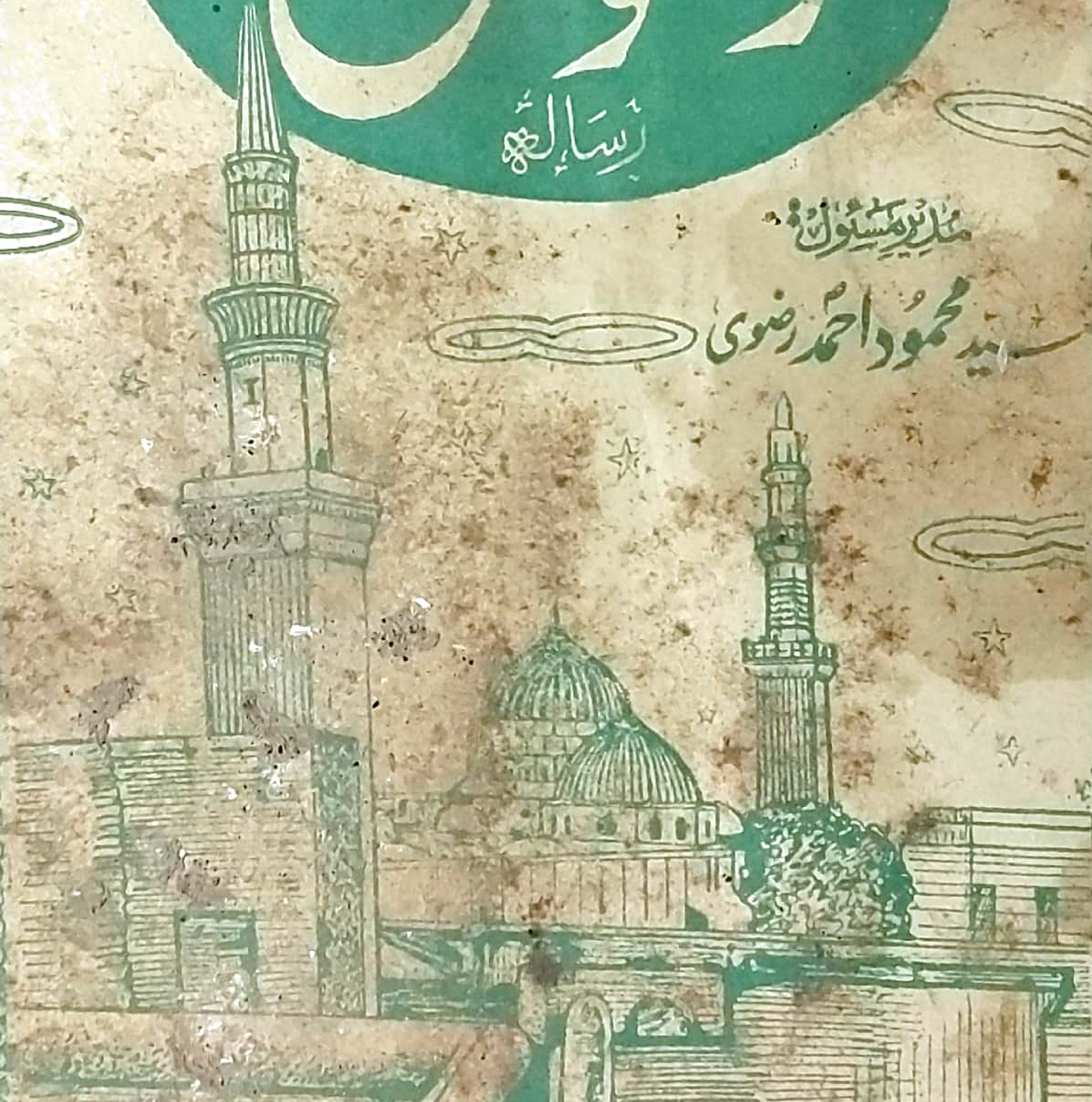
لاہور

رضوان

رسالہ

مدیر مسئول

سید محمود احمد رضوی



اہل سنت وجماعت کا پاک و ہند میں اپنی شان کا واحد ترجمان

پندرہ روزہ

رسالہ رضوان لاہور

مدیر مسئول
سید محمود احمد رضوی
نائب مدیر: ابوالاسد حقانی

چندہ سالانہ چھ روپے | چندہ ششماہی ۳/۸

جلد نمبر ۱۰ | ۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء | شمارہ نمبر ۲۱/۲۲

فہرس

۲ نومبر ۱۹۵۸ء کا رسالہ شائع نہیں ہوا

قارئین کرام نوٹ کرلیں کہ ہم ۲ نومبر کا "رضوان" اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہیں کر سکے انشاء اللہ العزیز عنقریب اس کی تلافی کر دی جائے گی ہمیں اپنے قارئین سے امید کامل ہے کہ وہ ہماری اس معذرت کو قبول فرمائیں گے۔

چندہ ختم ہونے کی اطلاع

جب آپ کو دی جائے۔ براہ کرم اطلاع ملتے ہی جواب دے دیا کریں آپ کی طرف سے خاموشی کی صورت میں وی۔ پی کر دیا جاتا ہے۔ جسے بعض خریدار واپس کر دیتے ہیں۔ اور رسالہ کو سخت نقصان ہوتا ہے۔

سوال کرنے والوں کی خدمت میں ضروری گذارش

خریداران "رضوان" کی طرف سے کچھ ایسے سوال کئے جاتے ہیں جن کے جوابات موجودہ حالات میں درج رسالہ نہیں ہو سکتے۔ قارئین کرام ناراض نہ ہوں۔ اور ہماری مجبوری کا احساس کریں۔ "ادارہ"

سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کوآپریٹو پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا

مدینہ کی گلیاں

(مولانا جمیل احمد قادری رضوی)

نہ کیوں کر مدینے پہ تن من ہو قرباں
کہ ہیں جلوہ نما اس میں محبوب یزداں
برستے ہیں ہر وقت انوار سبحان
ہے ہر ایک گوشہ وہاں کا گلستاں

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

مدینے کی جانب چلیں پا بجولاں
نکلتے ہی گھر سے بنو انکے مہماں
پہنچ کر وہاں پر کرو نذر دل و جاں
سنہرے کلس سبز گنبد پہ قرباں

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

مدینے سے ہوتی ہے تقسیم نعمت
وہیں سے بنا کرتی ہے ساری دولت
فدا اس پہ ہوتی ہے ہر وقت جنت
برستی ہے دن رات واں حق کی رحمت

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

مرادیں یہیں سے گدا پا رہے ہیں
سلاطین یہاں ہاتھ پھیلا رہے ہیں
بشر کیا ملائک یہاں آ رہے ہیں
جھکا کر سر عجز فرما رہے ہیں

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

دماغ عرش پر کیوں نہ ہو اس زمیں کا
کہ روضہ یہاں ہے شہنشاہ دیں کا
ادھر فرق جھکتا ہے عرش بریں کا
یہ کہتا ہے ہر ایک فقیر رہ نشیں کا

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

رہو اے جمیل اب یہیں پر بسا کر
برستی ہے دن رات رحمت یہاں پہ
کہ ہے یہیں باغ احمد کا گل تر
ہے ہر ایک کوچہ وہاں کا معطر

عجب دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
معطر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

لمحاتِ فکر

ماہتابی راکٹ اناسی (۷۹) ہزار میل کی بلندی تک پہنچ کر واپس آ رہا ہے

اگر یہ اپنے سفر میں کامیاب ہو جاتا تو اڑھائی دن میں چاند تک پہنچ جاتا

اس کی ابتدائی رفتار پچیس ہزار میل فی گھنٹہ تھی

۱۱ اکتوبر بروز ہفتہ و اتوار کی درمیانی شب کو ۸ بجکر بیالیس منٹ پر (گرینج ٹائم) کیپ کینیورل کے تجرباتی مرکز سے امریکی سائنسدانوں نے ایک مصنوعی سیارہ بنام پائنیر چاند کی طرف پھینکا اس کے متعلق اعلان کیا گیا کہ اگر یہ اپنے سفر میں کامیاب ہو گیا تو اڑھائی دن میں چاند تک پہنچ جائے گا، چاند کرہ ارض سے دو لاکھ اکتیس ہزار میل دور ہے راکٹ کی رفتار چالیس ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ ہے اس سے اندازہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اڑھائی دن میں یہ سفر طے کرے گا۔ یہ راکٹ اٹھاسی فٹ لمبا ہے اور اس میں پچیس پونڈ کے قریب مختلف سائنسی آلات ہیں۔ راکٹ میں خاص قسم کا ٹیلی ویژن لگا ہوا ہے، جو چاند کے ایسے حصوں کی تصویریں لے کر خودکار آلات کے ذریعے زمین تک پہنچا دے گا جو زمین کے سامنے نہیں آتے۔ راکٹ میں ایسا ٹرانسمیٹر بھی نصب ہے۔ جو کرہ ارض سے کرہ ماہتاب تک راستے کے بعض حالات زمین تک پہنچائے گا۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ اس ٹرانسمیٹر کی بھیجی ہوئی اطلاعات امریکہ کے مختلف رصدگاہوں میں ریکارڈ کی جا رہی ہیں۔ ان رصدگاہوں میں امریکی سائنس دان اعلیٰ درجہ کی دوربینوں کے ذریعے اس راکٹ کو چاند کی طرف جاتا دیکھ رہے ہیں۔ جو راکٹ پھینکا گیا ہے۔ اس کے ایک سرے پر ایک مصنوعی سیارہ ہے وہ مناسب وقت آنے پر راکٹ سے الگ ہو جائے گا اور اگر وہ اپنے مدار پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اس صورت میں چاند کے گرد گھومنا شروع کر دے گا۔

پائنیر کی رفتار کے متعلق تفصیلات یہ ہیں :-

(۱) — مصنوعی سیارہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو ۸ بجکر بیالیس منٹ (گرینج ٹائم) پر کیپ کینیورل کے تجرباتی مرکز سے پھینکا گیا۔ اس کی ابتدائی رفتار پچیس ہزار میل فی گھنٹہ تھی۔

(۲) — نو بجکر سینتالیس منٹ پر سیارہ زمین سے بارہ ہزار دو سو اڑسٹھ میل کی بلندی پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت اس کی رفتار گیارہ ہزار پانچ سو بانوے میل فی گھنٹہ تھی۔

(۳) — دس بجکر سینتالیس منٹ پر بلندی بیس ہزار دو سو ستانوے میل اور رفتار آٹھ ہزار سات سو چالیس میل فی گھنٹہ تھی۔

(۴) — گیارہ بجکر سینتالیس منٹ۔ بلندی ستائیس ہزار چار سو پچاسی میل۔ رفتار سات ہزار دو سو سینتالیس میل فی گھنٹہ راکٹ مقررہ راستہ سے ذرا سا ہٹ گیا تھا۔

(۵) — دو بجکر سینتالیس منٹ۔ بلندی چوالیس ہزار تین سو نوے میل۔ رفتار پانچ ہزار میل فی گھنٹہ۔ اس وقت سیارے کا راستہ بالکل تبدیل ہونے کو تھا۔

(۶) — چار بجکر سینتالیس منٹ — بلندی باون ہزار میل رفتار نہیں بتائی گئی۔ سیارہ بدستور راستہ سے ہٹ رہا تھا۔

(۷) — آٹھ بجکر سینتالیس منٹ — بلندی ساٹھ ہزار میل۔ رفتار تقریباً تین ہزار میل فی گھنٹہ۔

(۸) — گیارہ بجکر نو منٹ — بلندی ترسٹھ ہزار آٹھ سو تیس میل — رفتار بتائی نہیں گئی۔

(۹) — اتوار کو صبح چار بجکر سینتالیس منٹ پر — بلندی تہتر ہزار سات سو پچاس میل۔ رفتار نہیں بتائی گئی۔

(۱۰) — آٹھ بجکر بیالیس منٹ پر — بلندی اناسی ہزار ایک سو بیس میل۔ رفتار نہیں بتائی گئی۔ (ایجنسی فرانس)

گویا ابھی یہ راکٹ تا دم تحریر ہذا اناسی ہزار میل کی بلندی پر پہنچ کر پیچھے اتر رہا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے۔ کہ مورخہ ۱۳ اکتوبر بروز پیر راکٹ کرہ ارض کی فضا میں داخل ہوگا اور آج اتوار ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء وہ کم و بیش تیس ہزار میل واپسی سفر طے کر چکا ہے۔ اس کے بعد یا تو جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اور یا جل بجھنے کی بجائے زمین کا طفیلی سیارہ بن کر اس کے گرد گردش کرنا شروع کر دے گا۔

آج سائنس ترقی کے جو مراحل طے کر رہی ہے مذہب پر اور خصوصاً اسلام پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ — تو جہاں تک انصاف و دیانت کا تعلق ہے۔ آپ کو یہ ماننا پڑے گا دور حاضر کی سائنس جس قدر ترقی و عروج کے مراحل طے کرتی جائے گی۔ اسی قدر اسلامی نظریات کی حقانیت اظہر من الشمس ہوتی جائے گی۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ تجربہ و مشاہدہ کے بعد تو عجیب سے عجیب تر امر کو مان لیتے ہیں لیکن جو بات تجربہ و مشاہدہ میں نہ آئے اس کے ماننے میں متردد رہتے ہیں۔

بہت لوگ ایسے ہیں جو حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو منامی و خیالی تصور کرتے ہیں۔ ان کے پاس معراج کو خواب قرار دینے کی اس کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ یہ بات عقل اور تجربہ کے خلاف ہے۔ لیکن دور حاضر کی سائنسی ترقی نے عقل کے پرستاروں پر یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ جب انسانی فکر و عمل سے بنا ہوا راکٹ تقریباً چوبیس گھنٹہ میں اناسی ہزار ایک سو بیس میل بلندی پر پہنچ سکتا ہے تو کیا خداوند ذوالجلال کے بنائے ہوئے راکٹ (براق) میں یہ برق رفتاری نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ رات کے تھوڑے حصہ میں زمین سے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے اور پھر اسی برق رفتاری کے ساتھ واپس بھی آجائے۔

جب ماہتابی راکٹ چالیس ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ چلنے کی طاقت رکھتا ہے اور ڈھائی دن میں چاند تک کا سفر کرنا (جس کی مسافت زمین سے دو لاکھ اکتیس ہزار میل ہے) اس کے لئے ممکن ہے۔ تو کیا براق کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا قدم حد نظر تک پڑے۔ اور رات کے قلیل حصہ میں وہ لاکھوں میل کا سفر کر کے واپس آجائے۔

حق یہ ہے کہ آپ معراج اور اس کی تفصیلات مانیں یا نہ مانیں۔ مگر اہل سائنس برق رفتاری کے جو ریکارڈ قائم کر رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر آپ کو معراج نبوی کے عالم بیداری میں ہونے کے امکان کا اقرار ضرور کرنا پڑے گا

اور اپنے اہل نظریہ کو واپس لینا پڑے گا۔ کہ واقعہ معراج کا عالم بیداری میں ہونا ممکن نہیں ہے۔ ؎

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
ایک دم میں سر عرش گئے آئے محمدؐ

کچھ لوگ یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ حضورؐ نے زمین پہ تشریف رکھتے ہوئے جنت و دوزخ کو دیکھ لیا۔ (بخاری) ان کی حیرانی یہ سن کر اور بڑھتی ہے کہ ساری کائنات میں جو کچھ ہوا ہو گیا ہو رہا ہے حضور کی چشمان مبارک، اس کو اس طرح دیکھ رہی ہیں جیسے کوئی اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہے (طبرانی) وہ یہ سن کر اور بھی زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نورانی نظروں کے لئے اندھیرا حجاب نہیں بنتا تھا۔ (خصائص کبریٰ)

لیکن حیرت ہے کہ انہیں یہ سن کر حیرت نہیں ہوتی کہ جب ماہتابی راکٹ اناسی ہزار ایک سو بیس میل کی بلندی پر پہنچا تھا۔ تو رصد گاہوں میں وہاں کی اطلاعات ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ اور امریکی سائنسدان اعلیٰ درجہ کی دوربینوں سے اناسی ہزار ایک سو بیس میل دور پہنچے ہوئے سیارہ کی حرکت و سکون اور وہاں کے موسمی اثرات کا خواب میں نہیں بلکہ عالم بیداری میں مشاہدہ کر رہے تھے ۔۔۔ جب انسان اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے آلات کے ذریعہ اناسی ہزار ایک سو بیس میل دور کی اشیاء کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ تو کیا اللہ عزوجل اپنے مقدس رسول کی نورانی آنکھوں میں ایسی عظیم و جلیل بصیرت و بصارت پیدا نہیں کر سکتا۔ کہ مقدس نبی کی مقدس آنکھوں کے لئے کوئی چیز حجاب نہ بن سکے اور غیب و شہادۃ کا ہر ذرہ اس کے مشاہدہ و رویت میں آ جائے ؎

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

خار و گل :- (بقیہ صفحہ ۶)

کی بدتہذیبی کی شکایت کرنا پڑتی ہے خصوصاً بس اسٹاپ پر چڑھنے اترنے کے معاملہ میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ قطار بندی کا حکم ان کے لئے ہے ہی نہیں۔ لڑکیاں بیچاری قطار میں کتنی ہی آگے کھڑی ہوں لیکن ادھر بس آئی اور ادھر لڑکے قطار توڑتے ہوئے لپکے اور جھپٹے لڑکیوں کو دھکیلتے کچلتے ہوئے اور طالبات منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں۔"

لیکن یہ شکوہ پیش کرنا تو در پردہ تسلیم کر لینا ہے کہ لڑکیاں کمزور ہوتی ہیں۔ شرمیلی ہوتی ہیں۔ اور جسمانی دھکم دھکا میں لڑکوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں ۔۔۔ دعوائے مساوات کامل کے دور میں اس سے بڑھ کر رجعت پسندی اور قدامت پرستی اور کیا ہو گی۔ (صدق جدید)

اچک زئی

کوئٹہ کی ایک خبر ملاحظہ ہو:۔

کوئٹہ ۱۲ر اکتوبر۔ کل رات مقامی پولیس نے حاجی عبدالسلام اچک زئی کے مکان کی تلاشی لی۔ تلاشی کے دوران میں ۸ ۶۰ فولادی خود کمیونسٹ، ہندوستانی اور پختونستان کا لٹریچر گاندھی اور نہرو کے فوٹو کرشن جی کا پیتل کا مجسمہ اور روسی ساخت کا خنجر برآمد ہوئے۔ حاجی عبدالسلام اچک زئی خان عبدالصمد خان اچک زئی کے چھوٹے بھائی ہیں۔"

واہ حاجی صاحب۔ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ "نوائے وقت" ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

جی ایم سید

نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر مسٹر جی ایم سید کو پاکستان سکیورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ مسٹر جی ایم سید وزارتیں توڑنے کے فن کے ماہر تھے چنانچہ اپنی اکیس سالہ سیاسی زندگی کے دوران میں انہیں سابق سندھ میں چودہ وزارتیں توڑنے کا فخر حاصل ہے۔ اب وہ مغربی پاکستان کا یونٹ توڑنے کے حامی تھے۔" "نوائے وقت" ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

خار و گل

نظریہ ڈاروِن

نیویارک ٹائمز اور دوسرے انگریزی پرچوں میں یہ خبر بڑی آب و تاب سے شائع ہوئی ہے کہ شمالی اٹلی کے ایک کوہستانی علاقے میں ایک کوئلے کی کان کے اندر سے ایک ایسی انسان نما مخلوق کا ڈھانچہ برآمد ہوا جو ماہرین سائنس (انیتھراپالوجسٹس) کا خیال ہے کہ روئے زمین پر آج سے ایک کروڑ سال قبل آباد تھی۔ اور اس کا قد ۵۲ اور ۵۶ انچ کے درمیان نکلا ہے۔ آگے ماہرین سائنس کا کہنا ہے کہ

"اگر مزید تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اس ڈھانچے کی عمر اتنی ہے تو اس سے انسان کے ارتقاء اور اس کے مورثوں سے متعلق تمام موجودہ نظریات و تصورات میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ اور اس سے ڈاروِن کا یہ نظریہ باطل ہو کر رہے گا۔ کہ انسان اور بندر کی اصل ایک ہے۔ اور دونوں کا مورث اعلیٰ ایک بندر نما حیوان تھا اس ڈھانچے کے خصوصیات بندر سے بالکل الگ ہیں۔ اور اگر انسانی نسل اس سے چلی ہے۔ تو یہ بندر نہیں۔ ایک قسم کا انسان ہی تھا۔ اس کے بعد ڈاروِن اور اُس کے ہم خیالوں کی تلاش گم شدہ کڑی سے متعلق بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ اور انسان اور بندر کے درمیان ربط و تعلق کا تصور ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا"

گویا جو عقیدہ اہل سائنس کی ہمان بلکہ ایمان بنا ہوا پورے سو سال سے چلا آ رہا تھا۔ اور جس کے بارہ میں تامل کرنا اپنے کو علمی دنیا کے سامنے ہدف مضحکہ بنانا تھا۔ وہ بالآخر خود اب اگر باطل نہیں۔ تو کم سے کم مشتبہ تو ضرور ہی قرار پا گیا ہے۔

اور اسی سائنس کے لئے عصر حاضر کا حکم ہے کہ اس کی ہر تحقیق کو تحقیق کا حرف آخر سمجھو۔ اور اس کے قطعیات کے متعلق ذہن میں کسی قسم کا شک و وسوسہ نہ لاؤ! ——— اور اس مسئلہ کا تو صرف بطور مثال ذکر کر دیا گیا۔ ورنہ سائنس کے مسلمات کس دن نہیں ٹوٹتے؟ اور ذرا سنجیدگی سے سوچئے کہ سائنس کی ساری "ترقیوں" کے معنی ہی اس کے سوا کیا ہیں۔ کہ کل تک جو تحقیق قطعی اور مسلم تھی وہ آج ترمیم کے قابل ہو گئی۔ کل تک کس زور شور سے کہا جا رہا تھا۔ کہ کوئی بھی زمینی چیز ہو کشش ارضی کے حدود سے باہر نہیں جا سکتی۔ اب دھڑا دھڑ راکٹ اور میزائیل اور خدا معلوم کیسے کیسے مصنوعی سیارے اور چاند قانون کشش ارض کو توڑ دینے والے اور اس گھیرے سے باہر نکل جانے والے تیار ہو رہے ہیں۔ سچ ہے ؎

صد بار فلاسفی کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

شکوہ بیجا

ٹائمز آف انڈیا کے دہلی ایڈیشن کے ایک کالم میں مرد طلبہ کی شکایت:-

"پچاسوں مرتبہ کی طرح آج ایک بار پھر مرد طلبہ

(باقی بر صفحہ ۵)

تفسیر القرآن مسلسل

طلاق کے احکامات

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔

پھر اگر تیسری اسے دی تو اب وہ عورت اسے (سابقہ شوہر کو) حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر اگر دوسرا شوہر اسے طلاق دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نبھائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے۔

حلالہ

اس آیت میں مسائل ذیل کا بیان ہے:۔

اگر خاوند نے تیسری طلاق دے دی ہے۔ تو اب عورت شوہر پر بحرمت مغلظ حرام ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں نہ رجوع کر سکتا ہے۔ اور نہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ البتہ شوہر اول سے دوبارہ نکاح کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور صحبت کے بعد اگر وہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد عورت کی مرضی ہو تو شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ جس کو عرف عام میں حلالہ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ حلالہ محض ایک اتفاقی شکل ہے۔ کہ اگر ایسا ہو جائے کہ شوہر ثانی سے بھی عورت کا نبھاہ نہ ہو سکے اور وہ اپنی خوشی سے طلاق دے دے۔ تو پھر عورت اپنے سابقہ شوہر سے عدت گزر جانے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

البتہ کسی نے نیتِ حلالہ سے نکاح کیا اور صحبت کر کے طلاق دے دی۔ تو عورت کو شوہر اول سے نکاح کرنا جائز ہوگا یعنی حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا گناہ ہے۔ مگر نکاح ہو جائے گا یہ ایسے ہی ہے کہ کسی کی چھری چرا کر مرغی ذبح کرنے سے مرغی تو از روئے شرع حلال ہو جائے گی۔ مگر اس شخص کا یہ فعل ناجائز ہوگا۔ اسی لئے حلالہ کی نیت سے نکاح کرنے والے مرد و عورت پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۔

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو۔ اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

فوائد و مسائل

یہ آیت حضرت ثابت بن یسار انصاری کے حق میں نازل ہوئی۔

انہوں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی اور جب عدت قریب ختم کے ہوتی تھی رجعت کر لیا کرتے تھے۔ تاکہ عورت قید میں پڑی رہے اور دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے۔ ان آیات میں مردوں کو اس ظلم عظیم سے روکا گیا۔ اور بتایا گیا کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے اگر طلاق رجعی کے بعد واقعی عورت کو رکھنے کی نیت ہو۔ تو رجوع کر لو۔ محض پریشان کرنے کے لئے رجوع مت کرو۔ بلکہ نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو یعنی یا تو تیسری طلاق دے دو۔ یا پھر عدت گذر جانے دو۔ تاکہ وہ تمہارے نکاح سے بالکل نکل جائے اور دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

کتاب و حکمت

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ	اور یاد کرو۔ اللہ کا احسان
عَلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ	جو تم پر ہے اور وہ جو
عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتٰبِ	تم پر کتاب و حکمت
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ	اتاری تمہیں نصیحت دینے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا	کو اور اللہ سے ڈرتے
اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ	رہو اور جان رکھو کہ اللہ
	سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے دو چیزیں نازل کی ہیں کتاب یعنی قرآن مجید۔ اور حکمت یعنی سنت رسولؐ۔ تو جیسے قرآن دین اسلام کا ماخذ و قانون ہے۔ اسی طرح (حکمت) سنت رسولؐ بھی دین ہے اور کتاب و سنت نبوی ان دونوں پر عمل کرنا تمہارا فرض ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ	اور جب تم عورتوں کو
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا	طلاق دو۔ اور ان کی میعاد
تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ	پوری ہو جائے تو اے
اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا	عورتوں کے والیو! انہیں
بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	نہ روکو اس سے کہ اپنے
ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ	شوہروں سے نکاح کریں
مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ	جبکہ آپس میں موافق شرع
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	رضامند ہو جائیں۔ یہ
ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ	نصیحت اسے دی جاتی
اَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ	ہے جو تم میں سے اللہ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔	اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو
	یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور
	پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے
	اور تم نہیں جانتے۔

معقل بن یسار کی بہن جمیلہ عاصم بن عدی کے نکاح میں تھیں چند دنوں بعد عاصم نے جمیلہ کو طلاق (رجعی) دے دی لیکن پھر رجعت نہ کی اور عدت گذر گئی۔ عدت گذرنے کے بعد ان کے شوہر نے معقل کے پاس آ کر نکاح کی درخواست کی معقل نے کہا۔ واللہ میں تجھ سے نکاح نہ کرنے دوں گا۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی (بخاری) جس میں بتایا گیا کہ:-

"اگر کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق رجعی دے دے۔ اور عدت گذر جائے اور اب وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے یا کسی اور سے نکاح ثانی کرنا چاہے تو عورت کے اولیاء کو عورت کو نکاح سے روکنے کا حق نہیں ہے۔"

اس آیت کا حکم عام ہے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ عاقل و بالغ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے وہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اولیاء دختر کو اس کی مرضی کے خلاف کرنے کا حق نہیں ہے الا یہ کہ کوئی مانع شرعی پایا جائے۔ مثلاً عورت غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے تو اولیاء کو اعتراض و تعرض کا حق حاصل ہے۔

(باقی باقی)

آدابِ دُعا

فضائلِ دُعا

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ میں دُعا مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے اور فرماتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا۔ تیسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔ یہاں عبادت سے مراد دُعا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں یعنی جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ وانا معہ اذا دعانی اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ جب مجھ سے دُعا کرے۔

حدیث شریف (۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالےٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا اور میرا امیدوار رہے گا میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا رہوں گا۔

حدیث (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ دُعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور۔

حدیث (۴) آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری دعا سب کو نفع دیتی ہے۔ تو دعا اختیار کرو اسے خدا کے بندو۔

حدیث (۵)۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بلا اترتی ہے۔ پھر دعا اس سے جا ملتی ہے۔ تو دونوں کشتی لڑتے رہتے ہیں قیامت تک یعنی دعا اس بلا کو اترنے نہیں دیتی۔

حدیث (۶) آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ سے دُعا نہ کرے اللہ تعالےٰ اس پر غضب فرمائے۔

حدیث قدسی (۷) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو مجھ سے دُعا نہ کرے گا۔ اس پر غضب فرماؤں گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

آدابِ دُعا

جس قدر ہیں۔ سب اسبابِ اجابت ہیں۔ انشاء اللہ العزیز ان کا اجتماع مورثِ اجابت ہوتا ہے۔ بلکہ بعض بمنزلہ شرط ہیں۔ مثلاً حضورِ قلب۔ اور اپنے آقا و مولا پر درود و سلام۔

آداب (۱) دل کو حتے الامکان خیالاتِ غیر سے پاک کرے کیونکہ اللہ عزوجل کا خاص محلِ نظر دل ہے۔ جیسا کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اصواتکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔

ادب (۲)، (۳) (۴)، بدن و لباس و مکان طاہر و پاک و لطیف ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے اور پاکی کو دوست رکھتا ہے

ادب (۵)، دعا سے پہلے کوئی عمل صالح کرے تاکہ خداوند کریم کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو خصوصاً صدقہ پوشیدہ اس امر میں اثر تام رکھتا ہے۔

ادب (۶)، جن کے حقوق اس کے ذمے ہوں ادا کرے یا ان سے معاف کرا لے۔ خلق خدا کے حقوق غصب کر کے دُعا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اس حالت میں بادشاہ کے حضور بھیک مانگنے جائے۔ کہ لوگ اسے چار طرف چمٹے ہوتے ہوں۔ اور داد فریاد کرتے ہوں کہ مجھے گالی دی۔ مجھے مارا پیٹا۔ مجھ سے میرا حق چھین لیا۔ غور کرے کہ اس کا یہ حال قابل عطا و نوال ہے یا لائق سزا و نکال۔

ادب (۷)، کھانے پینے۔ لباس و کسب میں حرام سے احتیاط کرے۔ کہ حرام خور اور حرام کار کی دُعا اکثر رد ہوتی ہے۔

ادب (۸)، دُعا سے پہلے گزشتہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ نیک چلنی کا عہد کرے کہ نافرمانی پر قائم رہ کر عطا مانگنا بے حیائی ہے۔

ادب (۹)، (۱۰) (۱۱)، بوقتِ دُعا باوضو قبلہ رو مودّب دو زانو بیٹھ کر یا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔ یا بہ نیت شکر توفیق دعا و التجا الی اللہ سجدہ کرے کہ یہ صورت سب سے زیادہ قرب رب کی ہے۔

ادب (۱۲)، دل میں خشوع و خضوع ہو اور نگاہ نیچے رکھے۔

ادب (۱۳) اول و آخر حمد الٰہی بجا لائے، کہ اللہ تعالےٰ سے زیادہ کوئی اپنی حمد کو دوست رکھنے والا نہیں۔ تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا ہے۔ حدیث شمار عطا فرماتا ہے حمد کا مختصر و جامع کلمہ لا احصی ثناء علیک، انت، کما اثنیت علیٰ نفسک اور اللھم لک الحمد کما نقول و خیراً مما نقول ہے۔ یونہی اللھم لک الحمد حمداً یوافی نعمک و یکافی مزید کرمک۔ کہ یہ سب احادیث میں وارد ہیں۔

ادب (۱۴) اول و آخر اپنے آقا و مولےٰ اور ان کے آل و اصحاب پر درود کا تحفہ بھیجے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور پروردگارِ عالم اس سے بالا و برتر کہ اول و آخر کو قبول فرما کر وسط کو رد کر دے۔ امیر المومنین فاروق اعظم سے مروی ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان روکی جاتی ہے۔ جب تک تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام نہ بھیجے۔ بلند نہیں ہونے پاتی۔ گویا کہ دعا طائر ہے اور درود اس کے پر کہ اس کے بغیر اڑ نہیں سکتی۔

ادب (۱۵) اب کے دعا مانگنے کا وقت آیا۔ تصور عظمت و جلال الٰہی میں ڈوب جائے اگر اس مبارک تصور نے وہ غلبہ کیا کہ زبان بند ہو گئی۔ تو سبحان اللہ یہ خاموشی ہزار عرض سے زیادہ کام دے گی۔ ورنہ اس قدر تو ضرور ہو کہ حیا و ادب و خضوع و خشوع ہو گا۔ کہ یہی روح دعا ہے۔ اس کے بغیر دعا تن بیجان ہے۔ اور تن بیجان سے امید حماقت و جہالت۔

ادب (۱۶)، شروع میں اللہ عز و جل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔ آقا و مولا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ارحم الراحمین پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص تین بار کہتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے۔ کہ مانگ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا۔ پانچ بار یاربنا کہنا بھی نہایت مؤثر اور موجبِ اجابت ہے۔

ادب (۱۷)، اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات اور اس کی ... ملائکہ اور انبیاء کرام خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نیز اس کے اولیاء و اصفیاء بالتخصیص حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے مانگے۔ کہ محبوبانِ خدا کے وسیلے سے دُعا قبول ہوتی ہے۔

ادب (۱۸) بکمالِ ادب ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر سینے یا شانوں یا چہرے کے بالمقابل لائے۔ یہاں تک کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو اور ہتھیلیاں پھیلا رکھے۔

ادب (۱۹) نہایت نرم و پست الفاظ میں دُعا کرے اور بار بار تکرار کرے۔ کیونکہ تکرارِ سوال صدق طلب پر دلیل ہے۔ اور رطاق مرتبہ ہو۔

ادب (۲۰) آنسو ٹپکانے میں کوشش کرے اگرچہ ایک ہی قطرہ ہو کہ دلیل اجابت ہے۔ رونا نہ آئے، تو رونے جیسا منہ بنالے۔

ادب (۲۱) دُعا میں تمام مسلمان مردوں عورتوں حاضر و غائب۔ زندہ و مُردہ کو شریک کرے خصوصاً والدین جسمانی و روحانی کہ موجب حیاتِ ظاہری و باطنی ہیں۔

فوائدِ دُعا

اول۔ عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے۔ کہ دُعا فی نفسہٖ عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔

دوم۔ اپنے عجز و احتیاج کا اقرار اور مولیٰ کے کرم و قدرت کا اعتراف کرتا ہے۔

سوم۔ حکم شرع پر عمل۔ کہ نہ مانگنے پر غضب الٰہی کی وعید آئی۔

چہارم۔ اتباعِ سنت ہے کہ حضور اقدس اکثر دعا مانگتے اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے۔

پنجم۔ دفع بلا و حصول مدعا۔ کہ بحکم اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ کہ آدمی جب مانگتا ہے۔ تو میں دیتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ دُعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔ یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یا اس کے لئے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے۔ کہ جب بندہ اپنے اس ثواب کو دیکھے گا۔ جو دُعا قبول نہ ہونے کی بنا پر اس کے لئے جمع ہو۔ تو وہ تمنا کرے گا۔ کاش دنیا میں میری کوئی دُعا قبول نہ ہوتی۔ بہر حال دُعا میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مفصل دیکھنا ہو تو دفتر انجمن حزب الاحناف سے رسالہ احسن الدعاء لآداب الدعاء مصنفہ امام المحققین مولینا علی نقی خاں طلب فرمایئے۔ قیمت ۴ر ہے

عورتوں کا صفحہ

کچھ بہنوں سے

اس الحاد، بے دینی، فحاشی، عریانی کے دور میں ذہنی اور فکری پریشانیوں اور تاریکیوں میں ہر اس شخص کا فرض ہے جو دین، معاشی صراطِ مستقیم، زندگی کی پاکیزگی، اصولِ معاشرت ذہنی و فکری اعتدال کا مزاج رکھتا ہے دورِ حاضر کے خلاف اعلان جنگ کر دے اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق من رای منکرا فلیغیرہٗ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبلسانہ وذلک ادنی من الایمان۔ عورت جہاں نوعِ انسانی کے سلسلِ نسل کا باعثِ اول ہے۔ تربیتِ انسانی کے تمام چشموں کا منبع بھی ہے۔ اور ہماری تاریخ کا دامن کبھی ان پاک گوہروں سے خالی نہیں ہوا جنہوں نے ہر دور میں ان عناصر کے خلاف جنگ آغاز ہونے سے دریغ نہیں کیا جو عالم انسانیت کو تباہی کے گڑھوں میں دھکیلنے کا باعث ہوتے تھے، اوراق تاریخ کے کھنگھالنے والے سیرتِ عائشہ صلوات اللہ علیہا و صفات حضرت فاطمۃ الزہرا کو خوب جانتے ہیں۔ اس کے بعد کی بھی تاریخ ایسی پاک فطرت ہستیوں سے بھری پڑی ہے۔

ان تمام تاریخی حقائق کے بعد میں اپنی ان عزیز بہنوں کو اور صرف ان بہنوں کو جن کے دل میں ابھی نورِ ایمان کی چنگاریاں بجھی نہیں اور جن کے قلوب روایاتِ ملی و اسلامی کے مقدس سوتوں سے دھلنے میں دریغ نہیں سمجھتے دعوت دیتی ہوں۔ کہ وہ جہالت، بے دینی اور فحاشی کے اس تیرہ و تار گھٹا کو دور کرنے والے اس قلمی جہاد میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کا خیال تجویز یا مشورہ مضمون نثر یا نظم کی صورت میں "رضوان" کو ارسال فرمائیں اور اپنی بہنوں، سہیلیوں اور ساتھ مل کر کام کرنے والی تمام ایسے خیالات کی حامل خواتین کو اس کی ترغیب دیں۔ "رضوان" کے یہ صفحات خصوصاً ان کے لئے حاضر ہیں۔

ان صفحات میں یہ ضروری نہیں کہ آپ کا نتیجۂ فکر ادیبانہ ہو فصاحت اور بلاغت اور انشاء پردازی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہو نہیں ہر وہ مضمون جو خلوص اور صلاح کا غماز ہو۔ اگرچہ ادارہ کو اس میں معمولی تغیر و تبدل اصلاحی طور پر کرنا پڑے۔ اس میں دئیے جائیں گے۔

امید ہے کہ آپ اس معاملہ میں ہمارا تعاون فرمائیں گی اور اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھا کر ثواب دارین حاصل کریں گی۔

آپ کی بہن

شاہدہ چشتی

بہارِ شباب
(قسط پنجم)

زنا کی حد اور اُس کا فلسفہ

دنیا کی تمام مہذب ہی نہیں غیر مہذب قوموں میں بھی انسان کا قتل کرنا، اور اس کی جان لینا ایک اشد شدید جرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور جس وقت سے دنیا میں قانون کی بنیاد رکھی گئی۔ قاتل کی سزا قتل ہی قرار پائی۔ اس قتل میں بچہ، جوان، بوڑھا عورت مرد سب برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ قاتل حقیقتہً سوسائٹی کے ایک فرد کی جان لے کر عالمِ انسانیت پر ظلم کر رہا ہے۔ پس جب قتل میں بوڑھا بچہ۔ سب برابر تو دو دن کا بچہ۔ بلکہ ابھی ابھی دنیا کے پردہ پر قدم رکھنے والا بچہ بلکہ رحم مادر کے محفوظ کمرے میں آرام کرنے والا نونہال، بلکہ صُلب پدر کی خوش نما کیاریوں میں اچھلنے کودنے والا۔ وہ مادہ جو کل کو انسانی شکل اختیار کر کے ایک بہترین قابل دماغ لے کر جج کی کرسی پر بیٹھنے والا ہو سکتا ہو، اس کا خاک میں ملانے والا، اس کو برباد کرنے والا، اس کو زہر دے کر ہلاک کرنے والا، اس کو زمین میں دفن کرنے والا، یا بربادی کے لئے جنگل اور نالیوں میں ڈالنے والا، کس اصول کے مطابق مجرم قتل نہ قرار دیا جائے؟ اور کیوں نہ وہی سزا پائے، جو ایک مجرم قتل کو دی جاتی ہے؟ اگر ایک آدمی نے قتل کیا تو وہ ایک مجرم اگر دو نے اس کو مل کر انجام دیا تو وہ دونوں مجرم و ملزم، پس وہ عورت و مرد جو اس انمول امرت کو پانی کے مول بہا کر ضائع، یا اپنے نفسانی ذوق کے لئے تھوڑی دیر مزا اڑانے کی خاطر ایک انسانی جان کا اس طرح خون کر رہے ہیں، کیوں اس جرم سے بری سمجھے جائیں؟ اور یہ کہاں کا انصاف اور کونسا عدل ہے کہ ان کو کوئی سزا بھی نہ دی جائے۔ بلکہ یہ جرم جرم ہی قرار نہ پائے!۔

سیواجی نے اگر قتل و غارت گری کو اختیار کیا تو وہ ظالم کہا گیا۔ پنڈھاریوں نے اگر قتل و غارت گری کو پیشہ بنایا تو ان کے استیصال کی تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ مگر وہ "بدکار عورتوں" کا جتھا جو دن رات انسانیت کے خرمن پر بجلیاں گرا رہا ہے، اور بازاروں میں بیٹھ کر کھلے بندوں نونہالانِ نسل انسانیت کو اپنی غارت گری میں شریک کرتے ہوئے، قوموں اور ملکوں کی آئندہ نسلوں کو برباد کر رہا ہے، یونہی شترِ بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے اور ان پر کوئی فردِ جرم نہ لگنے پائے، یہ کون سا انصاف ہے؟ قانون فطرت عدل پر مبنی ہے اس میں ظلم نہیں۔

زنا کے لئے اسلامی قانون

آج دنیا اپنی نفس پرستی کے لئے اندھی ہو جائے لیکن وہ خدائے قدوس جس کو اپنے بنائے ہوئے کی قدر و قیمت خود معلوم، اس غیر قانونی صورت سے انسانی جان تلف کرنے والے مرد عورت دونوں پر فرد قرارداد جرم لگاتا، اور وہی سزا ان کے لئے مقرر فرماتا ہے۔ جس کو قاتل نفس کے لئے

مقرر فرمایا ہے۔ اور تمام عالم کے مقننین نے بھی اپنے قوانین میں اس کو داخل تو کیا مگر صرف قاتل نفس کے لئے نہ زنا کے لئے، یعنی جان کے بدلے جان، قتل کے بدلے میں قتل، اس قانون مقدس کی دفعہ ملاحظہ ہو۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ (قرآن)	زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت، ہر ایک کے سو سو دُرّہ مارو (چمڑے کے دُرّہ وہ بھی سو اور سختی سے مارے جائیں کہ) خبردار دیکھو ان پر شفقت و رافت نہ کرنا یہ اللہ کا حکم ہے (وہ ناپاک اس قابل نہیں کہ ان پر شفقت کی جائے)

یہ دُرّہ کی سزا بھی اس وقت ہیں جب کنوارے ہوں قانونی جائز جوڑا اب تک ملا ہی نہ ہو، اگر جوڑا ہوتے ہوئے پھر بھی ایسی نازیبا حرکت کی ہے تو چمڑے کا دُرّہ نہیں اس کی سزا پتھر ہے، نظیر ملاحظہ ہو۔

عَنْ ابن عباس انّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لما عز بن مالک احق ما بلغنی عنک؟ وما بلغک عنی قال بلغنی انک قد وقعت علیٰ جاریۃ آل فلان فشھد اربع شہادات، فامر بہ فرجم۔ (حدیث)	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک سے فرمایا "کیا یہ سچ ہے جو مجھے تمہارے متعلق یہ خبر پہنچی ہے" عرض کیا کہ حضور میرے متعلق کیا معلوم ہوا، سرکار نے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں خاندان کی چھوکری کے ساتھ ملے۔ اس پر چار گواہیاں

لی گئیں اور بالآخر ان کو رجم کیا گیا (یعنی بیچ میں کھڑا کر کے چاروں طرف سے پتھر مارے گئے یہاں تک کہ انہیں پتھروں میں دب کر مر گئے)

قانون کی کتابوں میں "زنا" کے معنی یہ بتلائے گئے کہ

زنا کسے کہتے ہیں؟

الزنا وطی الرجل المرأۃ فی غیر الملک وشبہتہ (عام کتب فقہ)	"زنا اس مجامعت کو کہتے ہیں جو ایک مرد ایک ایسی عورت کے ساتھ کرے جو اس کی ملک اور شبہ ملک میں نہ ہو"

سزا مختصر الفاظ میں یوں بتائی گئی۔

زنا پر حد یا دنیوی سزا

للمحصن رجمہ فی فضاء حتی یموت و لغیر المحصن جلد ۃ مائۃ۔	"نکاح شدہ (مرتکب زنا ہو تو اس) کی سزا یہ ہے کہ کھلے میدان میں پتھروں سے مار ڈالا جائے، اور غیر نکاح شدہ کے سو دُرّہ مارے جائیں۔

یہی زنا ہے جو آج تہذیب کی مدعی حکومت کے نزدیک جرم ہی نہیں۔ بلکہ اس لوٹ و مار و قتل و غارت کا نام رکھا جاتا ہے "آزادی" اگر آزادی کا یہی مفہوم صحیح ہے تو چوروں کو، ڈاکوؤں کو، لٹیروں کو، کیا وجہ کہ آزادی نہیں دی جاتی۔ یہ اپنے حظ نفس کے لئے ایسا کرتے ہیں تو وہ بھی اپنے حظ نفس ہی کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ قیدیوں کو قید خانہ میں بھی چوری کے جرم کی خرابیاں سمجھانے کے لئے مبلغین بھیجے جائیں، لیکن کبھی اس جرم کے انسداد کے لئے بھی کوئی مبلغ بازاروں اور گلی کوچوں

(باقی بر صفحہ ۱۶)

ذکر و فکر

احکامِ شریعت

از افادات اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الحاج شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز

نقلی سید

زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سید اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان ؟

الجواب ۔ شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا۔ اگرچہ اس کی ماں اور دادی اور پردادی سیدانیاں ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا۔

من ادعٰی الیٰ غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا و عدلا۔	جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔
بخاری، مسلم، ابوداؤد ترمذی ونسائی	

اللہ تعالےٰ نے یہ فضیلت خاص سیدنا امام حسن و حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے (اور ان کی اولاد سید ہے) پھر جو ان کی خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہے کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین (حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی اولاد سید ہیں۔ نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف منسوب کی جائے گی (یعنی حضرت فاطمہ کی صاحبزادیوں کی جو اولاد ہے وہ سید نہیں کہلوائے گی بلکہ اپنے والد کی طرف منسوب ہوگی (مرتب)

احکام شریعت حصہ دوم صـ۱۱

قدموں پر سر رکھنا

نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور مثل سجدہ کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاد ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔

احکام شریعت حصہ دوم صـ۱۱۱

افیون کی تجارت

افیون کی تجارت اور اس کی دوکان کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے لان المعصیۃ تقوم بعینہ و کل ما کان کذالک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار

(اسی سے چرس بھنگ پوست ایسی تمام نشہ آور چیزوں کی تجارت کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی جو چیزیں ہلاک نہیں۔ جیسے چرس افیون بھنگ، پوست زہر تیزاب اور اسی نوع کی دوسری چیزیں اگر دواء کے لئے۔ یا کسی کام میں استعمال کے لئے ان کی خرید و فروخت کی جائے جائز ہے۔ اور اگر مذکورہ بالا چیزیں نشہ کرتے والوں کے ہاتھ بیچی جائیں تو ناجائز ہے۔ مرتب)

ذکر جلی

کیا ذکر جلی کرنا (بلند آواز سے) جائز ہے۔ اور آواز کس قدر بلند ہونی چاہیئے۔ ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا کیسا ہے۔

الجواب:۔ بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے۔ حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو۔ یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔ اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہوجانا وغیرہ افعال اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریاء (دکھاوے) کے لئے بناوٹ کے طور پر ہیں تو حرام (بینھما وسط لا یذکر للحرام)

احکام شریعت صفحہ ۱۰۲ حصہ دوم

زنا کی حد اور اُس کا فلسفہ

(بقیہ صفحہ ۱۴)

میں پہنچا، جب جرم جرم ہی نہ سمجھا جائے تو پھر ان امور کا کیا شکوہ۔ رب العالمین اپنی مخلوق کی تربیت کے لئے جس رؤف، رحیم مبلغ دین قویم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرماتا ہے۔ وہ دیکھو کس محبت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

جوانوں کے نام محبت کا پیغام

یا معشر الشبان من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء

اے (مرد و عورت) جوانوں کے گروہ تم میں سے جس کسی میں جماع کی قوت ہو اسے چاہیئے کہ نکاح کرلے یہ نظر کو بھی محفوظ رکھے گا (یعنی خیالات بھی خراب نہ ہونے پائیں گے اور شرمگاہ کی بھی حفاظت کرے گا جس میں نکاح کی طاقت نہ ہو (یعنی عورت کے حقوق ادا نہ کرسکے یا عورت کو اس کی مرضی کا شوہر نہ ملے وغیرہ) پس اُسے چاہیئے کہ روزہ رکھا کرے (روزہ رکھنے سے نفس پر قابو پانے اور خواہش نفسانی کو روکنے کی عادت ہوجائے گی)۔

پھر تحریص کے لئے ارشاد ہوتا ہے:۔

یاشباب قریش لا تزنوا الا من حفظ فرجہ فلہ الجنۃ۔

اے قریش کے نوجوان (مرد اور عورتو) دیکھو زنا نہ کرنا خبردار ہو جاؤ جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی اسے جنت ملے گی"۔

(باقی پھر)

حضور سیدنا غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی قدس سرہ السبحانی

حضور سیدنا غوث اعظم حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی حسنی حسینی سید ہیں۔ روئے زمین پر کوئی ملک ایسا نہیں، جہاں آپ کے مریدین موجود نہ ہوں۔

حضرت مولینا جامیؒ نے نفحات الانس اور علامہ ابوالفرح نے طبقات حنابلہ میں سلسلہ نسب یوں رقم کیا ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ الجونی بن سید عبداللہ محض بن حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسنؑ بن امیرالمومنین حضرت علی مشکلکشا۔

اب مادری نسب نامہ ملاحظہ فرمایئے :۔

سید عبدالقادر جیلانی بن ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید عبدالعطاء عبداللہ بن سید کمال الدین عیسےٰ بن سید ابو علاؤ الدین محمد الجواد بن سید علی رضا بن سید موسےٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقر بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؑ بن امیرالمومنین مولا مشکل کشا۔

بشارات

آپ کی پیدائش سے پہلے اکثر بزرگانِ دین نے لوگوں کو غوث الاعظم کی ولادت کی بشارات سنا کر مشتاقِ زیارت بنا دیا تھا۔ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمایئے :۔

۱۔ شیخ ابو محمد بسطامی نے رمضان المبارک ۴۲۶ھ میں وعظ کرتے ہوئے ایک جلسہ میں ارشاد فرمایا۔ وہ دن دور نہیں جب کہ عراق میں ایک غوث اعظم پیدا ہوگا جس کا اسم گرامی عبدالقادر اور لقب محی الدین ہوگا۔ اور وہ اپنے کارناموں سے ایک انقلاب عظیم پیدا کرے گا۔ (از کار الاسرار)

۲۔ حضرت جنید بغدادی نے ایک دفعہ مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا۔ قدمہ علی رقبتی۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا، کہ پانچویں صدی ہجری میں گیلان میں ایک غوث الاعظم پیدا ہوگا جس کا نام نامی عبدالقادر اور لقب محی الدین ہوگا۔

۳۔ حضرت امام حسن عسکری نے اپنے وصال کے وقت اپنا سجادہ ایک مرید خاص کے سپرد کر کے وصیت کی۔ کہ اس کو بحفاظت تمام رکھنا۔ اگر زندگی وفا کرے۔ تو خود اصالتاً حاضر ہو کر یہ سجادہ سید عبدالقادر جیلانی کے سپرد کرنا۔ اگر زندگی وفا نہ کرے تو اپنے کسی معتمد مرید کو یہ ہدایت کرنا کہ وہ حقدار کو حق پہنچا دے۔ چنانچہ شوال ۴۹۷ھ میں ایک عارف اللہ نے حاضر خدمت ہو کر یہ سجادہ آپ کے سپرد کیا۔

پیدائش

مناقب غوثیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے والد محترم نے پیدائش کی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ صحابہ کرام و اولیائے کبار تشریف فرما ہیں۔ ان کے انوار و تجلیات سے تمام گھر بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ابو صالح تمہیں بشارت ہو کہ آج اللہ تعالےٰ تمہیں وہ جلیل القدر فرزند عطا کرنے والا ہے

جو غوث اعظم اور سرتاج اولیا ہوگا۔ آپ یہ مبارک خواب دیکھ کر اُٹھے تو سجدۂ شکر بجا لائے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو کتم عدم سے منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ کہتے ہیں اس رات کو جیلان میں جتنے لڑکے پیدا ہوئے آگے چل کر سب کے سب ولی اللہ ہوئے۔ رمضان کے مہینہ میں آپ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ گویا یہ مادر زاد ولی روزہ دار پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

ابھی اچھی طرح ہوش بھی سنبھالنے نہ پائے تھے کہ اپنے محترم نانا یتیم کر کی طرح سایہ پدری سے محروم ہو گئے، باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کی تربیت سید عبداللہ صومعی نے کی ماں کی دیکھا دیکھی نماز بھی پڑھنے لگے، بہجۃ ہو تب صلح کو خلائق واقع ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کو حق گوئی حق نوازی، راستبازی ایثار و خلوص جد و جہد غربا پروری صبر و توکل زہد و تواضع کی تعلیم و تربیت دی گئی تھی۔ ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

جب آپ تحصیل علم کے لئے بغداد جانے لگے۔ تو والدہ محترمہ نے رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی "راستی باش جمیع احوال" اور بطور زاد راہ چالیس درہم بھی بغل میں سی دیئے اور یہ دعا بھی تلقین فرمائی۔

اللھم انی قصدت الکافی ووجدت الکافی لکل الکافی عفاک الکافی ونعیم الکافی ولله الحمد،

ہمدان سے آگے بڑھے تو قافلہ کو ڈاکوؤں نے روک لیا اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اتفاقاً ایک ڈاکو نے آپ سے پوچھا لڑکے تیرے پاس کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، چالیس دینار، پوچھا کہاں ہیں، آپ نے فرمایا بغل میں سِئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں دوسرا ڈاکو آ گیا۔ اس کے پوچھنے پر بھی وہی جواب دیا۔ انہوں نے سردار کو جا کر خبر دی۔ تو اس نے حکم دیا کہ لڑکے کو فوراً حاضر کرو۔ جب آپ حاضر ہوئے تو کہا باخود چہ داری؟ جواب دیا۔ چہل دینار، سردار نے پوچھا۔ کجا است؟ در جامۂ من دوختہ است، زیرِ بغلِ من۔

سردار کے حکم پر تلاشی لی گئی۔ تو دینار برآمد ہو گئے ڈاکو اور اُن کا سردار حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کچھ دیر تک تحیّر کا عالم طاری رہا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ شاہ ابو المعالیؒ کی زبانِ مبارک سے سنیئے۔

ترا بریں خود چہ داشت کہ اعتراف کردی گفتم مادرِ من مرا عہد دادہ بود کہ بر صدق و راستی باش در عہدے، و بے خیانت نمی کنم پس مہترِ ایشاں بگریست و گفت تو عہدِ مادرِ خود خیانت نہ کردی و چند سال است کہ من عہدِ پروردگارِ خود وفا نمی کنم، زود برخاست و بدستِ من توبہ کرد پس اصحابِ وے گفتند کہ تو در قطعِ طریق مہترِ ما بودی اکنوں در توبہ ہم مہترِ ما باشی حاصل آں کہ ہمہ بر دستِ من توبہ کردند و آنچہ از قافلہ گرفتہ بودند باز پس دادند۔ (تحفۃ القادریہ صفحہ ۲۱)

کسی نے خوب کہا ہے کہ بچے کی چال چلن کی عمدگی اور خوبی اس کی والدہ پر منحصر ہے جس زمانہ میں آپ بغداد پہنچے ہیں وہ تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ اس کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ معقولات و منقولات کی مستند یونیورسٹی تھی۔ یہاں پہنچ کر آپ مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے علم حدیث فقہ بیان، ادب و انشا ریاضی و منطق وغیرہ علوم و فنون میں کمال حاصل کر کے عالم متبحر بن گئے اور سرآمد روزگار و یگانہ عصر ہو گئے۔

تعلیمی زندگی پر ایک نظر

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ آپ کے پاس صرف چالیس دینار تھے۔ وہ کب تک ساتھ دیتے۔ آپ بچپن ہی سے کریم اور فیاض بھی واقع ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ فقر و فاقہ کی آزمائشوں میں مبتلا ہو گئے۔ بغداد میں قحط رونما ہوا۔ کئی کئی دن فاقے سے گزرے۔ انتہا یہ کہ گھاس پات پر بسر اوقات کی۔ لیکن علمی شوق کو بدستور جاری رکھا۔ ایک سال پورا اسی طرح گزرا۔ اس کے بعد والدہ نے آٹھ دینار بھیجے لیکن آپ کو فاقوں نے نڈھال کر رکھا تھا۔ آپ اسی حالت میں ایک مسجد میں پہنچے۔ تو کیا دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا گوشت اور روٹی کھا رہا ہے۔ بھوک شدت سے رہ رہ کر نظریں اٹھتیں اور پھر شرم و حیا سے خود بخود نیچی ہو جاتیں۔ اُس نے نام پوچھا تو بتایا کہ میں سید عبدالقادر جیلانی ہوں۔ یہ سن کر اس پر رقت طاری ہو گئی۔ انتہائی ندامت کے بعد کہا۔ آپ کی والدہ نے مجھے آٹھ دینار دے کر بھیجے تھے میں نے بہتیرا تلاش کیا۔ لیکن آپ نہ ملے۔ اندوختہ برباد ہو گیا۔ مجبوراً آپ کی رقم میں سے یہ کھانا خرید کر لایا ہوں۔ کیونکہ آج فاقہ کو تیسرا دن ہے۔ سخاوت اور دریا دلی دیکھئے فرمایا بھئی پشیمانی اور پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا مال اپنا مال سمجھو۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مجاہدات و ریاضات کا دور شروع ہو گیا۔ اور تقریباً ۲۵ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ۵۲۱ھ میں درس و تدریس وعظ و نصائح اور پند و موعظت کا کام شروع کر دیا۔ اور پانچ برس کے اندر اندر ہی عالمگیر شہرت حاصل کر لی۔ دور دور سے لوگ آتے اور مجلس وعظ میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے۔

آپ ہفتہ میں صرف تین دن وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جمعہ اور اتوار کے دن صبح کو اور منگوار کو شام کے وقت خانقاہ میں ہجوم کی فراوانی بڑھتے بڑھتے ستر ہزار تک پہنچ گئی۔ تو مدرسہ کی بجائے عیدگاہ میں مجلس وعظ منعقد ہونے لگی۔ علاوہ ازیں فتاوے نویسی کا کام بھی سر انجام دیا کرتے تھے۔ آپ کا وعظ صرف مسلمان کے لئے ہی مخصوص نہیں ہوتا تھا بلکہ غیر مسلم بھی اس سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ سنعان نامی راہب نے مجلس وعظ ہی میں مجمع عام کے روبرو آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کے اس زمانہ کے مواعظ شیخ عفیف الدین بن مبارک نے قلم بند کر لئے تھے یہ مواعظ مصر میں چھپ گئے ہیں۔ اور ہندوستان میں بھی اردو زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔

مجاہدانہ زندگی

ہر شخص غوث، قطب اور ابدال نہیں بن سکتا لیکن علم مجاہدہ (تزکیہ باطن) بیحد ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان انسان بنتا ہے، اوامر و نواہی کے اسرار سمجھ میں آتے ہیں۔ بعض علما بزرگانِ دین کے مجاہدات کو عقلی نقلی دلائل کے ذریعے غیر مشروع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان بے چاروں کو یہ نہیں معلوم کہ عوام کی روحانی دنیا اور ہے اور خواص کی اور، عوام کے لئے صرف فرائض واجبات سننِ موکدہ آدابِ طہارت ظاہری و باطنی ہی کافی ہیں اور بس، رہے خواص ان کے لئے قرآن پاک کا یہ ارشاد کافی ہے۔

والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا۔

ترجمہ۔ جو لوگ ہمارے لئے جدو جہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھاتے ہیں۔

حضور غوث پاکؒ نے بھی ۲۵ برس تک زہرہ گداز مجاہدات کئے۔ نفس کو سخت سے سخت تکلیفوں میں ڈالا۔ ۲۵ سال تک عراق کے بیابانوں میں پا برہنہ پھرتے رہے۔ ساگ پات کھا کر گزارہ کیا۔ گیارہ برس تک برج عجمی میں مقیم رہے۔

کامل پندرہ برس تک، پوری پوری رات ایک پاؤں پر کھڑے رہے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ وجد و سکر کا عالم طاری ہوتا تو کانٹوں پر لوٹتے کپڑے پھاڑ ڈالتے، گریبان تار تار کر دیتے، مجاہدانہ زندگی میں عجیب عجیب کیفیات طاری ہوتیں۔ یارِ حقیقی کے عشق میں بیقراریاں اشکباریاں، آہ و زاریاں، شب بیداریاں، کچھ نہ پوچھ، نہ تن بدن کا ہوش نہ لوگوں کے طعن و تشنیع کا فکر،

علامہ ابن تیمیہ ابن قیم ایسے کور چشموں کو کون سمجھائے کہ عشقِ لیلٰے نے قیس بن عامری کو کتنا اذیت کوش بنا دیا تھا، امیری کی جگہ فقیری نے لے لی۔ لباس تار تار، کھانے پینے سے بے نیاز، نہ دنیا نہ دنیا والوں سے غرض، نہ ماں باپ کے کہنے سننے کی پروا، جنگلوں، صحراؤں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ آہ و نالہ سے کام ہے۔ باپ سمجھا بجھا کر کعبہ شریف میں لے جاتا ہے۔ تو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر دعا مانگتا ہے، بار الٰہا مجھے عشقِ لیلٰے سے محروم نہ کرنا۔ کیونکہ میری روح یہی ہے میرے کاشانۂ دل کا نور یہی ہے جب عشق مجازی کا یہ عالم ہے تو عشق حقیقی کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ حضرت سرمد نے جان دے دی۔ مگر اُف نہ کی منصور کا عضو عضو کاٹا گیا۔ مگر مسکراتے رہے۔

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

بیعت و خلافت

مجاہدات کی منازل طے کرنے کے بعد خواجہ خضرؑ کے حکم سے تشریف لائے وہ آپ کو مرشد گرامی کے آستانہ عالیہ پر پہنچا آئے۔ خود فرماتے ہیں۔ ناگاہ دیدم کہ خواجہ خضر بیامد مرا گفت برخیز و برا ابوسعید برو، چناں کردم دیدم کہ شیخ ابوسعید نظر من بر آستانہ خود ایستادہ است چوں مرا دید، گفت اے عبدالقادر بطلب من کفایت نہ کردی تا آنکہ خواجہ خضر را گفت کہ برو بعد ازاں مرا در خانہ برد و مرا بدست خود لقمہ مے کرد تا آنکہ سیر شدم بعد ازاں مرا خود پوشاند (تحفہ قادریہ صفحہ ۱۶)

عبدالقادر سن لے، یہ وہ خرقہ ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے خواجہ حسن بصری کو اور پھر ان سے دست بدست منتقل ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا۔ اور اب میں بحکم خدا تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم ہر طرح اس کے اہل ہو۔ اس مقدس خرقہ خلافت کے زیب تن کرتے ہی آپ نے باطن میں انوار و تجلیات الٰہی و اسرار و معارف الٰہیہ کا سمندر موجیں مارنے لگا۔

آپ کا مشہور مقولہ

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق تقریر کرتے ہوئے یکایک آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ اس وقت جو مشائخ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی سر جھکا دیے نیز عراق و عجم و عرب کے تمام اولیاء اللہ نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ علی نے ممبر کے پاس حاضر ہو کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھا اس کے بعد تمام حاضرین مجلس نے بھی اپنی اپنی گردنیں خم کر دیں۔ شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں۔ کہ یہ کلمہ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا۔ جبکہ باری تعالےٰ عزاسمہٗ نے آپ کے قلب پر اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے دستِ مبارک پر تجلی فرمائی تھی فرش سے عرش تک ملائکہ کی صفیں آراستہ دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں اولیاء اللہ گزرے ہیں لیکن وہ سب کے سب

عاشق الٰہی تھے ان سب میں دو شخص ایسے گزرے ہیں جو محبوبِ الٰہی ہیں، ان میں سے ایک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اور دوسرے خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی ہیں ان کے علاوہ اور کسی کو یہ شانِ محبوبیت عطا نہیں ہوئی۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

محی الدین لقب کی وجہ تسمیہ

حضور کی ولادت سے پیشتر عالمِ اسلام پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے دل مُردہ اور دماغ افسردہ ہو چکے تھے، اسلام کو چاروں طرف سے بدعات اور فتنوں نے گھیر رکھا تھا۔ اسلامی تہذیب و تمدن پر عجمیت کا رنگ چڑھنے لگا تھا۔ اسلام کے تابناک اصول و قوانین ماحول کے سانچے میں ڈھلنے شروع ہو گئے تھے، ان پر اشراقیین نے اپنا اثر ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ اس افراتفری کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے (عبدِ صالح) کو دین کی خدمت کے لیئے انتخاب کر لیا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست دکھائی۔ بدعات و فتنوں کا قلع و قمع کیا۔ عجمی کثافتوں سے اسلام کے سرچشمہ کو پاک و صاف کر دیا۔ اسلامی علوم کی تعلیم و تفہیم کا صحیح بندوبست کیا اور مسلمانوں کے فکر و عمل کو صراطِ مستقیم دکھائی۔ اسلامی تہذیب کی ترویج اور اس کے حدود کی نگہداشت کما حقہٗ کر کے مجددینِ امت میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والا ہوا۔

مُریدوں کی بشارات

حضور غوث الاعظمؒ کا فرمان ہے کہ جب تک میرے مرید جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک بہشت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور وہاں اس کا ستر کھل جائے تو میں اُسے ڈھک دوں گا۔ میں اپنے مریدوں پر اس طرح چھایا ہوا ہوں جس طرح آسمان زمین پر چھایا ہوا ہے اور قسم ہے رب قدیر کی عزت و جلال کی میں اس وقت تک اپنے آپ کے سامنے سے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ جب تک جنت کی طرف تم سب کے ساتھ جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر وہ فاسق و فاجر جو آپ کا مرید ہو ضرور ہی بخش دیا جائے گا۔ کرم خاص کی بات اور ہے۔ مرید بھی صرف وہی شمار ہوں گے جو اپنے پیر کے قدم بقدم چلیں۔ اور آپ کی تعلیمات کو حرزِ جان بنائیں۔ جو آپ کا اتباع کرے آپ سے تمسک کرے واقعی پیرو ہو تو ایسا ہو۔ اور جسے ایسا بلند مرتبہ پیر مل جائے۔ اس کی سعادتمندی پر کیا شک ہے وہ لازماً جنت میں جائے گا۔ کیونکہ پیر کا کام یہی ہے۔ کہ اسے راہِ راست پر چلانا۔ شیخ عمران نے مریدوں کے متعلق جو روایت بیان کی ہے۔ وہ بجنسہٖ پیشِ خدمت کی جاتی ہے ملاحظہ فرمایئے:۔

اگر کسے خود را از مریدانِ حضرت گویاند، و بیعت بیعت بشما نہ کردہ باشد و خرقہ نہ پوشیدہ باشد، او را از اصحاب عالی شماریم یا نہ فرمودہ بلے ہر کہ خود را بمن نسبت کند و قبول کند او را حق سبحانہٗ و تعالیٰ بیامرزد گناہانِ او، وان کان علیٰ سبیل مکروہ ہر او از اصحاب نسبت۔

ایک دفعہ آپ شیخ حماد پیر طریقت کی خدمت میں حاضر تھے، کہ شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ سنی۔ آپ نے ان سے پوچھا تو جواب ملا کہ میرے بارہ ہزار مرید ہیں۔ ہر رات کو میں انہیں نام لے لے کر یاد کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ ان کی دلی آرزوئیں اور حاجات پوری کر دے۔ اور ان میں سے جو کوئی گناہ کرے اس کو توفیق توبہ عطا کرے یا پھر اسے دنیا سے اٹھا لے۔

حضور غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اس بلند مرتبہ تک پہنچایا۔ تو میں بھی اللہ تعالےٰ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ ان کی دلی حاجات برلائے۔ اور تاقیام قیامت ان کی روح تو بہ کئے بغیر قبض نہ کرے۔ اور میں اس امر کا ضامن بنوں گا۔ شیخ حماد نے سن کر فرمایا کہ تم ضرور اس مرتبہ پر فائز ہو گے مجھے خدا نے مشاہدہ کرا دیا ہے۔ (تحفہ قادریہ صفحہ ۴۶)

آنچہ او از رب خود درخواست کرد، از کرم او را ہمانندم راست کرد۔ شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابوالحسن سے روایت ہے۔ کہ حضور غوث الاعظم فرمایا کرتے تھے۔

بصورت من تجلی دادہ شد بمقدار مدادی انتہائے نظر دیدم کہ نام اصحاب، و مریدان من تا قیام قیامت بدستِ خود لمن درست خواہند کرد و تجلی ثبت یافتہ حکم شد کہ ہمہ تو بخشیدم، واز داروغہ کہ خازن ممالک دوزخ است پرسیدم کہ ہیچ اصحاب من نزد تو ہست۔ گفت نے، گدائے قادریہ خوش وقت باش میشنوی کہ چہ مے گزرد۔

حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بزاز راوی ہیں کہ حضور فرماتے تھے:۔ کہ جیسی لغزش منصور سے ہوئی۔ اور کسی نے ان کی دستگیری نہ کی۔ اگر میں ہوتا تو ہر طرح ان کی دستگیری کرتا میرے اصحاب اور مریدوں سے اگر کوئی لغزش کرے گا۔ تو یہی نہیں کہ اسے اس زمانہ میں سنبھال لوں گا بلکہ تا قیام قیامت جب بھی کسی سے کوئی لغزش ہو گی اس کی دستگیری کے لئے آمادہ رہوں گا۔

شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی کی روایت کے مطابق آپ کو نہ صرف جن وانس کی شیوخیت کا اعزاز حاصل ہے بلکہ آپ مشرق و مغرب کے حاکم اعلےٰ بھی ہیں۔ اور ولایت محمدی کے حامل بھی۔

اولاد

آپ نے چار شادیاں کیں۔ ان سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ حضور کے مجاہدات دریاضات بیانات اخلاق و اعمال کا عالم دیکھئے اور دوسری طرف دنیاداری (گھر گرہستی) کے فرائض کی بجاآوری بھی دیکھئے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت بھی نہایت عمدہ پیمانے پر کی، لڑکوں کے نام یہ ہیں:۔

سید عبدالوہاب، شیخ شرف الدین عیسےٰ۔ سید عبدالرزاق، سید ابو اسحاق، سید ابوذکریا یحیےٰ۔ سید ابو موسےٰ۔

اخلاقی زندگی

حضور فرمایا کرتے تھے، مجھے دو باتیں بہت مرغوب ہیں، ایک حسن خلق اور دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ اگر پوری دنیا کی دولت میرے ہاتھ آ جائے۔ تو میں اسے بھوکوں کو کھلانے کے لئے وقف کر دوں۔ اور سب سے حسن اخلاق سے پیش آؤں۔ آپ کے دل میں غریب پروری، یتیم نوازی کا ایک جذبہ اور ایک تڑپ موجزن تھی۔

روزانہ پندرہ بیس ہزار کی فتوح تھی لیکن رقم ادھر آئی ادھر آپ نے مسکینوں، غریبوں، یتیموں، ضعیفوں میں تقسیم کر دی، کوئی سوالی کبھی دروازے سے خالی نہ پھرا، چور چوری کے ارادے سے آیا اور خالی ہاتھ جاتے ہوئے دیکھا تو اسے قطب بنا کر بھیجا۔

عیادت و ہمدردی

حلقہ بگوشوں اور حاضر باشوں سے جو شخص بھی بیمار ہوا اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اپنے حلقہ بگوشوں میں تحفہ تحائف بھی تقسیم کرتے ہدیہ قبول کر لیتے اس میں سے خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے، اور منکسر المزاج رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ گھر کا چھوٹا موٹا کام خود ہی کر لیا کرتے۔ آٹا گوندھ کر روٹیاں بھی پکا لیتے تھے سفر ہو یا حضر ہر جگہ یہی طریقہ کار فرما تھا۔ نوکر چاکر مرید بہتیرا عرض کرتے کہ حضور آپ تکلیف نہ کریں، فرماتے اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ میں بھی تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں۔ بازار سے سودا سلف خود خرید کرنے

آتے، اور دوسروں کو تکلیف دینا گوارا نہ کرتے۔ کیا اس اسوۂ حسنہ میں اتباعِ نبوی کی پوری پوری جھلک موجود ہے یا نہیں ؟

سیاسی زندگی

ایک دیانت دار لیڈر میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں موجود تھیں۔ جو کہتے تھے اس پر پورا پورا عمل کرتے تھے، اربابِ حکومت سے ہمیشہ دور دور رہتے۔ کسی امیر وزیر کے آستانے پر کبھی قدم نہ رکھا۔ خلیفۂ وقت کو بھی کھری کھری سناتے تھے، تحفۂ قادریہ میں لکھا ہے۔

چوں بر شیخ از خلیفہ خلعت آوردے فرمودے کہ اے ابوالفتح عباسیاں زاہدہ واز واآورد لئے فقہا و مہماں بفرض سے سعید ند۔

ایک دن المقتفی لامر اللہ نے اپنے وزیر ابن ہبیرہ کو بلا کر کہا۔ دیکھو، شیخ عبدالقادر نے میرے خلاف ایک ہیجان برپا کر رکھا ہے، میری توہین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ان کے مہمان خانہ میں کھجور کا جو درخت ہے اس کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے ہیں اے درخت سرکشی نہ کر ورنہ میں تیرا سر قلم کر کے رہوں گا۔ ان سے مل کر کہو۔ کہ خلیفہ سے یہ تعرض ٹھیک نہیں، خلیفہ کی اطاعت آپ پر بھی لازم ہے۔ ابن ہبیرہ حاضر ہوا۔ تو خلقت کا ہجوم دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا، بالیقیں میں اس کا سر کاٹوں گا۔ ابن ہبیرہ اس چیلنج کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے خلیفہ کو سمجھایا کہ ان کے ارادے نیک نیتی پر مبنی ہیں۔ انہیں آپ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں بے غرضانہ جہاد کا للّٰہی جذبہ کارفرما ہے۔ چنانچہ وزیر کے سمجھانے بجھانے پر خلیفہ خود حاضرِ خدمت ہوا۔ اس کی اکڑی ہوئی گردن خم ہو گئی۔ تو دیر تک اسے سمجھاتے بجھاتے رہے۔ اور وعظ و نصیحت کرتے رہے،

اسی طرح ایک دفعہ قاضی شہر کے تقرر کے خلاف آپ نے صدائے احتجاج بلند کی ایک پر زور خطبہ بیان کیا جس میں خلیفہ کے اس تقرر کی مذمت کی خلیفہ یہ تقریر سن کر انتہا آبدیدہ ہو گیا۔ اور اس نے قاضی کو فوراً منصبِ قضا سے معزول کر دیا۔ خلیفہ المستنجد باللہ کو بھی برابر ٹوکتے رہتے۔ ایک دفعہ اس نے کرامت مشاہدہ کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ہاتھ بلند کر کے دو سیب پیش کئے۔ ایک خود رکھ لیا۔ ایک خلیفہ کو دے دیا۔ خلیفہ نے سیب کاٹا تو اس میں سے کیڑے نکلے۔ اس نے کہا حضرت یہ کیا، فرمایا ایک سیب کو دستِ ولایت نے مس کیا وہ جوں کا توں ہے۔ دوسرے کو دستِ تعدّی نے مس کیا۔

مذہبی زندگی

شیخ سعدی شیرازی گلستاں میں تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر گیلانی را دیدند در حرم کعبہ روئے بر حصار نہادہ بود و مے گفت، اے خداوند بہ بخشائے۔ اگر مستوجب عفو تم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم۔

آپ ہر رات کو ۲۰۰ رکعت نماز پڑھتے اور پورا قرآن کریم پڑھا کرتے، رات کا ایک حصہ ذکر و شغل عین تیسرے میں نماز چوتھے میں مراقبہ و مشاہدہ خضوع خشوع مناجات استغفار آہ و زاری کیا کرتے، زندگی میں کئی حج کئے۔ ہمیشہ روزہ دار رہتے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف میں سے فتوح الغیب ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا تھا۔ اور اردو ترجمہ فتوح الغیب کے نام سے محمد عبدالفتاح فضلی قاضی پورہ اعظم گڑھ نے کیا ہے۔
۲۔ غنیۃ الطالبین۔ اس میں مسائلِ شریعت و طریقت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ۳۔ فتح الربانی تمام مواعظ کا خلاصہ ہے۔

شعر و شاعری

آپ عربی زبان کے ایک بے مثل شاعر اور بے مثل ادیب تھے لیکن موجودہ زمانے

کے شاعروں اور ادیبوں کی طرح خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں (دل و دماغ قلم) کو غلط استعمال نہیں کیا، بلکہ خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو اس کی منشا اور اس کے رسولِ کریمؐ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا۔ غزلیات ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

بے حجابانہ در آ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

گر بیائی بسرِ تربتِ ویرانۂ ما
بینی از خونِ جگر آب شدہ خانۂ ما

فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکیں مکشا
تاب زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما

مرغِ باغِ ملکوتیم دریں دیر خراب
ہے شود نورِ تجلائے خدا دانۂ ما

با احد در لحدِ تنگ بگوئیم کہ دوست
آشنائیم تو ئی، غیرِ تو بیگانۂ ما

گر نگیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست
گوئیم آنکس کہ ربود ایں دلِ دیوانۂ ما

شکر اللہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ ما

محیؔ بر شمعِ تجلائے جمالش میسوخت
دود میگفت زہے ہمتِ مردانۂ ما

وفات

وصال کے وقت زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے:۔

"میں امداد چاہتا ہوں ربِ قدیر ایزد متعال کی جس کے سوا اور کوئی قابلِ پرستش نہیں جو حی قیوم ہے زندہ ہے، نہ اسے موت ہے نہ خوف، پاک ہے مطہر ہے قادر و توانا ہے، عزت والا ہے، اپنے بندوں پر موت طاری کرنے میں قاہر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں۔"

اپنے فرزند عبدالوہاب کو آخری وقت یہ وصیت فرمائی:۔

"لازم گیر تقوے کہ خالص برائے حق سبحانہ تعالیٰ باشد و لازم گیر اطاعت او و مترس از ہیچ یکے و رجا مدار از ہیچ یکے و لب یاد ہمہ حاجت ہا بحق عزوجل و بطلب حاجتہا ازو و لا تثق باحد سوی اللہ عزوجل ولا تعتمد الا علیہ التوحید التوحید وجماع الکل توحید۔"

جب قلب صاف اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے تو پھر نہ کوئی چیز اس سے باہر جا سکتی ہے نہ کوئی شے اس سے خالی رہتی ہے، میں سراسر مغز ہوں پوست نہیں۔

آپ نے مسلسل دو مہینے بیمار رہ کر ۹۱ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو بروز دوشنبہ وصال کیا۔

وہ ہول جیلاں سے آ کر پیر بغداد
خوشا بخت و خوشا تقدیرِ بغداد

يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْغَائِطَ فَاَمَرَنِيْ اَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے کہ حضور علیہ السلام قضاء حاجت کے لئے جنگل میں گئے مجھے تین پتھر لانے کا حکم دیا۔ میں نے دو پتھر تو تلاش کر لئے۔ تیسرا ڈھونڈا نہ ملا۔ تو میں نے گوبر کا ٹکڑا اٹھا لیا اور آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے دونوں پتھروں کو تو لے لیا اور گوبر پھینک دیا۔ اور فرمایا یہ رکس ہے۔

فوائد و مسائل

یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو نہیں لیا۔ نسائی و ابن ماجہ نے کتاب الطہارت میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (۲) حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ گوبر سے استنجاء نہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے گوبر کے متعلق فرمایا کہ یہ رجس ہے یعنی نجس ہے۔ رکس کے معنی نجس کے لینا اولیٰ ہیں۔ کیونکہ روایت ابن ماجہ و ابن خزیمہ میں رکس کی جگہ رجس کا لفظ آیا ہے۔ (۲) اس حدیث سے یہ واضح ہوا۔ کہ استنجاء کے لئے تین عدد ڈھیلوں کا ہونا ضروری نہیں ہے یعنی ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین سنت نہیں۔ بلکہ جتنے سے صفائی ہو جائے کافی ہے۔ تو اگر ایک سے صفائی ہو گئی سنت ادا ہو گئی اور اگر تین ڈھیلے لئے اور صفائی نہ ہوئی سنت ادا نہ ہوئی۔ البتہ یہ مستحب ہے۔ کہ ڈھیلے طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہو گئی۔ تو تین کی گنتی پوری کر لینا مستحب ہے۔ اسی طرح اگر چار سے صفائی ہو گئی
۳۰۹ تو پانچواں اور لے لینا تاکہ طاق ہو جائیں مستحب ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا یہی مسلک ہے۔ اور اس کی دلیل اسی حدیث میں موجود ہے کہ حضور نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو تین ڈھیلے لانے کا حکم دیا۔ ان کو دو ملے تیسرے کی جگہ گوبر لے آئے۔ آپ نے گوبر کا استعمال نہ کیا۔ اور دو عدد ڈھیلوں سے استنجاء فرما لیا۔ جس سے واضح ہوا کہ دو ڈھیلوں پر اکتفاء کرنا بھی کافی ہے کیونکہ اگر تین عدد ڈھیلے سے استنجاء کرنا ضروری ہوتا۔ تو حضور علیہ السلام ضرور تیسرا ڈھیلا تلاش کرنے کا حکم فرماتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ دو ہی سے استنجاء فرما لیا۔

سوالات

علامہ خطابی نے اس موقع پر یہ اعتراض کیا۔ کہ حضور نے تیسرا ڈھیلا منگانے کا حکم اس لئے نہ دیا۔ کہ جس جگہ آپ قضاء حاجت کے لئے بیٹھے ہوں گے وہاں موجود ہوگا۔ مگر ایسا کہنا متعدد وجوہ سے باطل ہے کیونکہ اگر وہاں ڈھیلے پہلے ہی سے موجود ہوتے۔ تو حضور علیہ السلام حضرت عبداللہ بن مسعود کو ڈھیلے لانے کا حکم ہی کیوں دیتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ایسی جگہ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے جہاں پہلے سے ڈھیلے موجود نہ تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ تین عدد موجود نہ تھے ایک موجود تھا۔ تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایک اس جگہ پہلے ہی سے موجود تھا تو پھر آپ کو تین کا عدد پورا کرنے کے لئے دو عدد ڈھیلے لانے کا حکم دینا چاہیے تھا لیکن آپ نے دو کی بجائے تین کا حکم دیا جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس جگہ پہلے سے ایک بھی ڈھیلا موجود نہ تھا قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں امام طحاوی کے استدلال کی تردید میں لکھا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں یہ آیا ہے۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود دو ڈھیلے اور ایک گوبر کا ٹکڑا لے کر حضور کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے گوبر کو پھینک

دیا اور فرمایا کہ اس کی جگہ ایک اور پتھر لے آؤ۔ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا۔ استنجار کے لئے تین عدد ڈھیلوں کا لینا واجب ہے۔ اگر تین عدد ڈھیلے لینا واجب نہ ہوتا۔ تو حضور تیسرا ڈھیلا منگانے کا حکم نہ فرماتے۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا ہے۔ کہ اس حدیث میں ابی اسحٰق علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور امام طحاوی کے نزدیک اسحاق کا علقمہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ اور منقطع حدیث محدثین کے ہاں قابل عمل نہیں ہے۔ اسی طرح ابو شیبہ واسطی ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان کی متابعت بھی معتبر نہیں نیل الاوطار ج ۱ ص ۹۶ عینی ج ۱ ص ۳۷، پس ثابت ہوا۔ کہ استنجار کے لئے تین عدد ڈھیلوں کا ہونا واجب نہیں۔ اور بلا تعین تعداد ڈھیلے سے استنجار کرنا سنت ہے اور ان کا طاق ہونا مستحب ہے۔

واضح ہو کہ اس باب کی متعدد حدیثوں کا مضمون یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تین ڈھیلوں سے استنجار کیا جائے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ ہمیں حضور نے حکم دیا کہ ہم تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء نہ کریں (احمد ابن ماجہ ابوداؤد و ترمذی) ان احادیث سے علماء کا ایک طبقہ یہ استدلال کرتا ہے کہ استنجار کے لئے تین عدد ڈھیلوں کا ہونا واجب ہے اور تین سے کم سے استنجار کرنا جائز نہیں ہے لیکن امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ مقصود استنجار سے صرف یہ ہے۔ کہ نجاست زائل ہو جائے۔ اور وہ جس قدر ڈھیلوں سے ہو جائے درست ہے خواہ تین سے کم ہوں یا زیادہ جفت ہوں یا طاق۔ اور وہ حدیثیں جن میں حضور نے یہ فرمایا کہ تین عدد ڈھیلوں سے استنجار کیا کرو
تو ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تین کا عدد ڈھیلوں کے لئے متعین ہے۔ اور تین سے کم سے نجاست کا ازالہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ۳۱۰
بلکہ حضور نے تین عدد کی تعین محض احتیاط کے طور پر کی ہے۔ کہ تین عدد سے تو عموماً نجاست زائل ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ تین سے کم سے نجاست کا ازالہ ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ اس پر اجماع ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ تین عدد ڈھیلوں سے صفائی نہیں ہوئی ہے۔ تو اس کو اسی قدر مزید ڈھیلے لینا واجب ہے جن سے صفائی ہو جائے۔ خواہ وہ تین سے کتنے ہی زیادہ ہو جائیں اسی طرح اگر ایک پتھر کے متعدد طرف ہیں مثلاً تین طرف ہیں تو ان طرفوں سے استنجار کیا تو جائز ہے جس سے واضح ہوا۔ کہ ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین سنت نہیں ہے۔ چنانچہ امام اعظم کے اس مسلک کی تائید و توثیق حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ۔	جو شخص ڈھیلوں سے استنجار کرے تو ڈھیلے وتر (طاق) لے جس نے ایسا کیا اچھا کیا جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔
احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ	

اس مضمون کی متعدد حدیثیں ہیں جن سے واضح ہوا۔ کہ حضور نے طاق ڈھیلے لینے کا حکم بطور استحباب کے دیا ہے۔ بطور فرضیت کے نہیں۔ اگر بطور فرضیت کے طاق ڈھیلے لینے کا حکم فرمایا ہوتا۔ تو پھر ومن لا فلا حرج (کہ جس نے طاق ڈھیلے نہیں لئے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں) نہ فرماتے۔ نیز اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود دو ڈھیلے اور ایک گوبر کا ٹکڑا لے کر گئے۔ تو آپ نے گوبر کو پھینک دیا۔ اور دونوں ڈھیلوں سے

استنجا فرمالیا۔ حضور کے اس فعل سے بھی واضح ہوا کہ ڈھیلوں میں تین کا عدد متعین نہیں ہے۔ بلکہ جتنوں سے نجاست زائل ہو جائے اتنے ہی ڈھیلے لینا ضروری ہیں۔ خواہ وہ دو ہوں یا تین۔ البتہ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ طاق ڈھیلے لینا مستحب ہے۔ نیل الاوطار میں قاضی شوکانی نے امام اعظم کی رائے پر یہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ وہ احادیث جن میں حضور نے تین عدد ڈھیلے لینے کا حکم کیا ہے۔ قولی ہیں اور حدیث عبداللہ بن مسعود جس میں یہ ہے کہ آپ نے دو عدد ڈھیلوں سے استنجا فرمایا فعلی ہے اور جب قولی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو۔ تو قولی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے نیل الاوطار ج ا ص ۹۶ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی اصل دلیل فعلی نہیں۔ بلکہ قولی ہی ہے یعنی وہ حدیث ہے جس میں حضور نے فرمایا۔ کہ طاق ڈھیلے لیا کرو جس نے طاق ڈھیلا لیا اچھا کیا۔ اور جس نے نہیں لیا اس پر کوئی حرج نہیں۔ رہی زیر بحث فعلی حدیث تو یہ امام نے بطور تائید کے پیش کی ہے۔ نہ کہ بطور اصل دلیل کے اس کے علاوہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ کہ فعلی و قولی میں تعارض ہو تو ضرور ہر جگہ پر قولی کو ترجیح دی جائے گی۔ جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً

(۱) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔

(۲) اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا

(۳) اَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا وَّيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلٰثَ مِرَارٍ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

باب وضو میں ایک ایک بار اعضاء کو دھونا۔

حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ حضور نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا۔

باب وضو میں دو دو بار اعضاء کو دھونا۔

عبداللہ بن زید کا بیان ہے کہ حضور نے اعضاء وضو کو دو دو بار دھویا۔ ۳۱:

باب وضو میں اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا۔

(حضرت عثمان کے غلام حمران نے خبر دی) کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان نے پانی کا برتن منگایا (پہلے) اپنے دونوں پہونچوں پر تین بار ڈالا۔ اور ان کو دھویا۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک سنکی پھر اپنا منہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھ کہنوں سمیت تین بار دھوئے۔ پھر سر پر مسح کیا (ایک بار) پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں (تحیۃ الوضوء) پڑھے اور اس عرصہ میں دنیا کا خیال اپنے دل میں نہ لائے تو اس کے اگلے گناہ بخش دئے

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ مَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا۔ (بخاری)

ابن شہاب نے کہا لیکن عروہ حمران سے اس حدیث کی یوں روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت عثمان وضو کر چکے تو کہنے لگے میں تم کو ایک حدیث سُناتا ہوں۔ اگر قرآن کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو یہ حدیث نہ سُناتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے۔ اور اس کے بعد نماز پڑھے۔ تو جتنے گناہ اس نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک ہوں گے وہ بخش دیئے جائیں گے۔

توضیح حضرت عثمان نے جس آیت کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سورہ بقرہ کے دوسرے پارہ کی آیت ہے۔ جو علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے متعلق توریت میں جو بشارتیں تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ اور رجم اور دوسرے احکام پر بھی پردہ ڈالتے تھے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا ان الذین یکتمون ما انزلنا الخ۔ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالےٰ لعنت فرماتا ہے۔ حضرت عثمان غنی نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا کہ دین سے متعلق امور کی تبلیغ واشاعت ضروری ہے۔ اور اس کا کتمان حرام ہے ۱۲م
اس لئے میں حدیث نبوی کو بیان کرنا اپنا فرض جانتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے حدیث بیان کی۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا یعنی آداب وسنن کی رعایت کے ساتھ وضو کیا۔ پھر نماز پڑھی یعنی فرض نماز پڑھی۔ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ واضح ہو کہ حدیث کے اس جملے الا غفرلہ ما بینہ وبین الصلوٰۃ حتیٰ یصلیھا کے جملہ کا عام شراح حدیث نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ جتنے گناہ اس نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک ہوں گے بخش دیئے جائیں گے۔ لیکن علامہ عینی نے حتیٰ یصلیھا کا ترجمہ حتیٰ یفرغ منھا کیا ہے۔

فوائد ومسائل امام نے تین عنوان قائم کئے ہیں اور اس کے ضمن میں عنوان کے مناسب حدیثیں لکھی ہیں۔ تینوں حدیثوں کے مسائل واحکام بیان کئے جاتے ہیں۔ حدیث اول کو ابوداؤد ترمذی وابن ماجہ ونسائی نے روایت کیا ہے مسلم نے نہیں اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وضو میں اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا فرض ہے یعنی اگر ایک بار بھی نہ دھویا تو وضو ہوگا ہی نہیں اس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہوتی ہے۔ جو وضو میں ہر اعضاء کو تین تین بار دھونا فرض ہے قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وضو میں ڈاڑھی کو خلال کرنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ ایک بار چہرہ کو دھونے کے بعد ہاتھوں میں اتنا پانی باقی نہیں رہتا جس سے خلال کیا جاسکے حدیث دوم افراد بخاری سے ہے۔ ابوداؤد وترمذی نے اسی مضمون کی حدیث حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے لیکن ترمذی نے تصریح کی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور حدیث سوم کو بخاری نے مکرر کتاب الطہارت میں اور کتاب الصوم میں ذکر کیا

ہے۔ اور مسلم ابوداؤد، نسائی نے بھی اس حدیث کو کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے۔

مسائل حدیث

واضح ہو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں اعضاء وضو کو حضور نے تین تین بار دھویا اور کبھی دو دو بار اور کبھی ایک ایک بار اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے بعض اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا بعض کو دو دو بار اور بعض کو صرف ایک ایک بار دھویا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور اس سے زائد یعنی تین بار دھونا سنت ہے۔ (۲) حضرت عثمان نے وضو کے لئے پانی منگایا اس سے ثابت ہوا کہ وضو کے پانی لانے کے لئے دوسرے سے مدد لینا جائز ہے۔ (۳) پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا جس سے ثابت ہوا کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو تین بار دھو لینا مستحب ہے۔ (۴) پھر آپ نے اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اس سے ثابت ہوا کہ داہنے ہاتھ سے چلو لینا چاہیے (۵) پھر آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اگرچہ اس حدیث میں تین بار کلی کرنے کا ذکر نہیں لیکن روایت شعیب جو آگے آرہی ہے۔ اس میں تین بار کی تصریح ہے۔ اسی طرح حدیث ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضور نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔

فَاخَذَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مَاءً جَدِيدًا (ابوداؤد) اور ہر بار نیا پانی کا چلو لیا۔

وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت ہے تین چلو پانی سے تین کلیاں کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہ جائے۔ اور اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔ کلی پہلے کرے اور اس کے بعد ناک میں تین چلو سے تین بار پانی ڈالے اس طرح کہ جہاں تک نرم گوشت ہے اور جہاں پانی پہنچ کر لگتا ہے۔ ہر بار اس پر پانی بہ جائے۔ یہ ۳۱۲'
دونوں کام سیدھے ہاتھ سے کیے جائیں۔ اور ناک بائیں ہاتھ سے صاف کی جائے۔

اختلاف

اگر کسی نے بھول کر کلی نہیں کی یا ناک میں پانی نہ لیا۔ تو اس کا وضو ہو جائے گا یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام حسن عطاء، زہری قتادہ ربیعہ یحییٰ انصاری و مالک و اوزاعی اور امام شافعی فرماتے ہیں دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں۔ اور عطاء و زہری (فی اول قولیہ) و ابن ابی لیلیٰ۔ و حماد اسحاق یہ فرماتے ہیں کہ جس نے کلی نہیں کی وہ دوبارہ وضو کرے۔ امام احمد کا مسلک یہ ہے۔ کہ اگر ناک میں پانی نہ لیا تو دوبارہ وضو کرے اور اگر کلی کو ترک کر دیا تو دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں (و بہ قال ابو عبید و ابو ثور) امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ وضو میں کلی کرنا۔ اور ناک میں پانی لینا سنت ہے فرض نہیں۔ تو اگر کسی نے کلی نہ کی اور ناک میں پانی نہ لیا۔ تو اس کا وضو ہو جائے گا۔ (۶) پھر آپ نے منہ کو تین بار دھویا۔ منہ دھونا فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے پانی کے تین وصف ہوتے ہیں۔ رنگت۔ بو۔ مزا۔ چلو میں پانی لینے سے اس کی رنگت۔ اور ناک میں پانی لینے سے اس کی بو اور کلی کرنے سے اس کا مزا معلوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے منہ دھونے سے پہلے کلی کرتے اور ناک میں پانی لینے کی ہدایت دی گئی۔ (۷) اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا بھی فرض ہے۔ اور قرآن سے ثابت ہے (۸) پھر آپ نے سر کا مسح کیا یہ بھی فرض ہے۔ مقدار مسح میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں واجب مسح میں صرف اتنا ہے کہ اس پر اسم مسح کا اطلاق آجائے۔ پس اگر کسی نے ایک بال کا مسح کر لیا۔ ہو گیا۔ امام مالک و احمد کا مسلک یہ

ہے کہ سارے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ جب تک سارے سر کا مسح نہ ہوگا وضو درست نہ ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ کیونکہ قرآن میں یہ فرمایا گیا کہ سر کا مسح کرو۔ لیکن قرآن میں مقدار مسح نہیں بتائی۔ حضور علیہ السلام چونکہ قرآنی اصولوں کے شارح ہیں آپ نے اپنے عمل سے یہ بتایا۔ کہ چوتھائی سر کا مسح کیا جائے جیسا کہ حدیث مشہور میں وارد ہوا ہے۔ رہی یہ بات کہ سر کا مسح ایک بار کیا جائے یا تین بار۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ جیسے اور اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا مستحب ہے۔ اسی طرح تین بار مسح کرنا بھی مستحب ہونا چاہئیے۔ حضرت امام شافعی مسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ حضور نے تین تین بار وضو کیا۔ وہ فرماتے ہیں۔ تین تین بار وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کے تمام اعضاء کو تین تین بار دھویا۔ اور سر پر بھی تین بار مسح کیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ خط کشیدہ جملوں کا مطلب یہ ہے کہ وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان کو حضور نے تین تین بار دھویا۔ چنانچہ صحاح کی کسی حدیث میں بھی مسح کا عدد مذکور نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مسح کا مبنیٰ تخفیف ہے۔ تو اگر مسح میں بھی عدد کا اعتبار کیا جائے تو تخفیف باقی نہ رہے گی لہٰذا مسح کو دیگر اعضاء وضو پر قیاس نہ کرنا چاہئیے۔ کیونکہ جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں۔ ان کو تین بار دھونے کی ہدایت تو اس بناء پر ہے۔ کہ اعضاء وضو خوب اچھی طرح دھل جائیں۔ برخلاف مسح کے حضرت امام مالک واحمد و امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ مسح ایک بار ہی کیا جائے۔ کیونکہ وہ احادیث جن میں وضو کا بیان ہے۔ ان کا مضمون یہ ہی ہوتا ہے۔ کہ حضور نے تین بار ہاتھ دھوئے۔ تین بار کلی کی تین بار منہ دھویا اور سر کا مسح کیا۔ لیکن مسح کے ساتھ عدد کا ذکر نہیں ہوتا۔ جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ مسح ایک بار کرنا ہی مسنون ہے۔ (۹) پھر دونوں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھوئے وضو میں پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔ اور قرآن سے ثابت ہے۔ (۱۰) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کر چکے۔ تو آپ نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص وضو کرے میرے وضو کی طرح اور دو رکعت نفل پڑھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا (تحیۃ الوضو) مسنون ہے۔ اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ ہر وقت پڑھی جاسکتی ہیں لا یحدث فیھما کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ دو رکعتیں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائیں۔ اور دل دنیاوی خیالات سے خالی ہو۔ البتہ جو وسوسے بے اختیار آجائیں وہ معاف ہیں غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ یعنی جو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو کے پڑھے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگرچہ الفاظ حدیث سے تمام گناہوں کی مغفرت ثابت ہوتی ہے۔ خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ لیکن علماء نے دیگر دلائل شرعیہ کے پیش نظر یہ تخصیص کی ہے کہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے کبیرہ نہیں۔ اسی سلسلہ کی دوسری حدیث میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اس بشارت پر مغرور نہ ہو جانا۔ یعنی یہ خیال کر کے کہ گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے۔ گناہ کرنے پر جرأت نہ کرنا۔ کیونکہ گناہ اسی نماز سے معاف ہوتے ہیں۔ جو بارگاہ خداوندی میں شرف قبول پا جائے۔ اب نامعلوم جو نماز پڑھی گئی ہے وہ مقبول ہیں یا نہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی عمل پر بشارت کو سن کر گناہ پر دلیر ہو جانا خود ایک مستقل گناہ ہے۔

بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِی الْوُضُوْءِ

باب وضو میں ناک سنکنے کے بیان میں۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ۔

نے فرمایا جو وضو کرے وہ ناک سنکے اور جو استنجاء کے لئے ڈھیلے لے تو طاق لے۔

فوائد اس حدیث کو مسلم و ابن ماجہ و نسائی نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا۔ من توضاء میں من موصولہ متضمن معنیٰ شرط ہے اور فلیستنثر جواب شرط ہے معنیٰ یہ ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور ناک میں پانی لے تو ناک سنکے۔ بخاری باب بدء الخلق کی حدیث میں حضور نے فرمایا۔ جو کوئی تم میں سے سو کر اٹھے اور وضو کرے تو تین بار ناک سنکے کیونکہ شیطان رات کو ناک پر شب باشی کرتا ہے ناک سنکنے میں حکمت یہ ہے کہ خوب اچھی طرح صاف ہو جائے۔ تاکہ حروف اچھی طرح ادا ہو سکیں۔ من استجمر۔ استجمار پاخانہ و پیشاب کے بعد پتھر سے صاف کرنے کو کہتے ہیں معنیٰ یہ ہیں کہ استنجے کے لئے ڈھیلے طاق لئے جائیں۔

مسائل حدیث وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت ہے اور ناک سنکنا مستحب ہے اسی پر اجماع ہے۔ (۲) امام احمد و اسحاق و ابو عبید و ابو ثور و ابن المنذر نے حدیث زیر بحث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے وضو میں ناک میں پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ فلیستنثر امر کا صیغہ ہے جو وجوب کو چاہتا ہے لیکن جمہور علماء و امام اعظم ابو حنیفہ یہ فرماتے یہاں امر ندب کے لئے ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے ایک اعرابی کو حضور اکرم نے وضو کرنے کا طریقہ ان لفظوں سے بتایا۔ توضاء کما امرک اللہ (ترمذی و حاکم) تو اس طرح وضو کر جس طرح قرآن میں وضو کا بیان آیا ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ قرآن میں وضو کے ۳۱۵
متعلق ناک میں پانی لینے اور کلی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ صرف ہاتھ پاؤں منہ دھونے اور سر کا مسح کرنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا کلی کرنا اور ناک میں پانی لینے اور سنکنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی۔ لہٰذا حدیث میں ناک میں پانی لینے کی ہدایت کو مستحب قرار دیا جانا چاہیے۔ اسی طرح استنجاء کے لئے طاق ڈھیلے لینے کی ہدایت بھی ندبی ہے۔

بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ فِیْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ وَاِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ نَوْمِهٖ فَلْیَغْسِلْ یَدَهٗ قَبْلَ اَنْ یُّدْخِلَهَا فِیْ وَضُوْءِهٖ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ۔ (بخاری)

باب استنجاء میں طاق ڈھیلے لینے کے بیان میں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈالے اور پھر سنکے اور جو کوئی استنجاء کے لئے ڈھیلے لے تو طاق لے اور تم میں سے جو کوئی سو کر اٹھے تو اپنے ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالنے سے پہلے دھو لے کہ معلوم نہیں اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا ہے۔

فوائد و مسائل

اس حدیث کو امام نے طہارت میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور ابن ماجہ مسلم دار قطنی امام طحاوی و ابوداؤد نے بھی اسی مضمون کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس میں دو بار اور تین بار ہاتھ دھونے کے لفظ بھی آئے ہیں۔ (۲) یہ حدیث تین حکموں پر مشتمل ہے۔ وضو کرتے وقت ناک میں پانی لینا اور سنکنا۔ استنجاء کے لئے طاق ڈھیلے لینا۔ اور سو کر اُٹھنے کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھو لینا بعض روایتوں میں دو بار اور تین بار دھونے کا ذکر ہے۔ امام نے حدیث کے ایک ٹکڑے یعنی استنجاء میں طاق ڈھیلے لئے جائیں کا عنوان قائم کیا ہے۔

مسائل حدیث

(۱) ہاتھوں کو دھونے کی علت یہ بتائی گئی کہ ممکن ہے کہ رات کو سوتے میں ہاتھ شرم گاہ تک پہنچ گیا ہو۔ اور وہاں کا پسینہ ہاتھ کو لگا ہو جس سے واضح ہوا کہ یہ حکم استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ جو حکم متضمن شک ہو وجوب کا فائدہ نہیں دیتا۔

اس حکم کی علت یہ ہے کہ اہل حجاز عموماً ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے۔ اب سونے کے بعد ہو سکتا ہے۔ کہ پسینہ آئے اور ہاتھ شرمگاہ کی نجاست سے ملوث ہو جائے۔ اس لئے دھونے کا حکم دیا گیا مگر چونکہ یہ بات یقینی نہیں ہے بلکہ محض امکانی ہے اس لئے دھونے کا حکم بھی استحبابی قرار دیا جائے گا یعنی سو کر اُٹھ کر برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ کو دھو لینا مستحب ہے چنانچہ عام اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ حدیث میں اگرچہ رات کے سونے کا ذکر ہے۔ مگر ہاتھ دھونے کی جو علت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب اور جس وقت بھی یہ شک ہو کہ ہاتھ نجس ہو گیا
۳۱۶ اس کا دھو لینا مستحب ہے خواہ رات کو سو کر اٹھ کر شک ہو یا دن میں ہو یا بیداری میں شک ہو جائے یہاں یہ بات یاد رکھیے۔ کہ محض شک کی صورت میں اگر بغیر دھوئے ہاتھ برتن میں ڈال دیے۔ تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (۲) روایت مسلم میں لفظ آیا ہے فِی الْاِنَاءِ کا تو یا تو اس سے چھوٹا برتن مراد ہے جیسے گلاس اور لوٹا۔ تو ایسی صورت میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پانی انڈیل کر ہاتھ دھوئے۔ اور اگر پانی بڑے برتن میں ہے اور چھوٹا برتن بھی موجود ہے تو پھر بھی ہاتھ نہ ڈالے بلکہ چھوٹے برتن سے پانی نکال کر ہاتھ دھوئے۔ لیکن اگر پانی بڑے برتن میں ہے اور کوئی چھوٹا برتن بھی نہیں۔ کہ اس میں پانی انڈیل کر ہاتھ دھوئے تو اسے چاہئے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑے۔ اور انگلیوں سے پانی نکال کر داہنا ہاتھ گٹے تک دھوئے (تین بار) پھر اپنے ہاتھ کو جہاں تک دھو لیا ہے بلا تکلف پانی میں ڈال سکتا ہے۔ اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔ اور اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی بڑے برتن میں ہے مگر وہاں چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس صورت میں اس نے بے دھویا ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ بلکہ صرف انگلی کا پورا یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی ماءِ مستعمل ہو گیا یعنی یہ پانی وضو کے قابل نہ رہا اس مسئلہ سے لوگ بہت بے پرواہی کرتے ہیں خیال کرنا چاہئے۔

واضح ہو یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جبکہ ہاتھ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ اگر ہاتھ پر نجاست لگی ہو۔ تو چاہئے برتن چھوٹا ہو یا بڑا کسی طرح بھی ڈالے گا پانی نجس و ناپاک ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کہ برتن بڑا ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر پانی نکالے اور سیدھے ہاتھ کو دھوئے۔ یہ بھی اسی صورت میں ہے۔ جب کہ ہاتھ پر نجاست نہ لگی ہو۔ صرف وضو کرنے کی غرض سے پانی میں ہاتھ ڈالنا مقصود ہو۔ فافہم